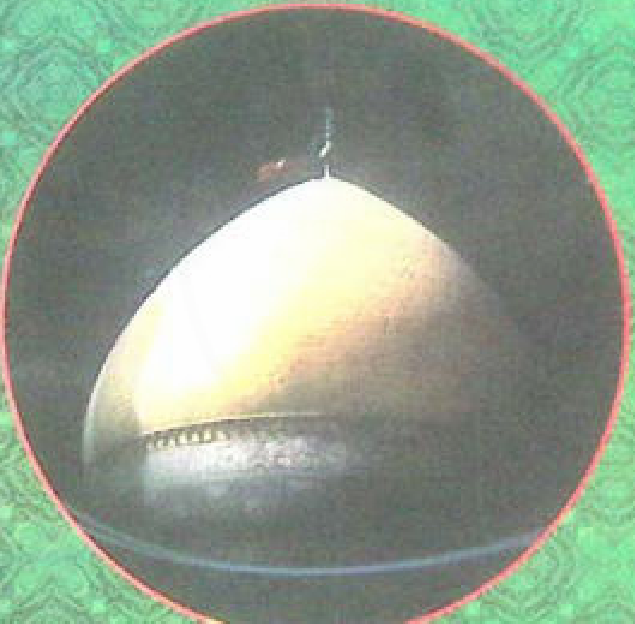
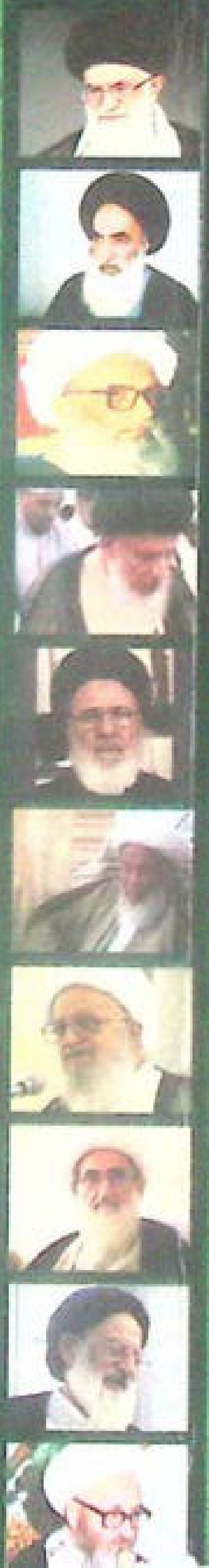
مرجعیت

کے درخشاں ستارے





علامہ افتخار حسین نقوی

تحقیق و ترتیب

ثاقب اکبر

ملتجائے نور مرکز تحقیقات، اسلام آباد

مرجعیت

کے درخشاں ستارے

زیرِ نگرانی: علامہ افتخار حسین نقوی

تحقیق و ترتیب: ثاقب اکبر

منتہائے نور مرکزِ تحقیقات، اسلام آباد

نام کتاب	:	مرجعیت کے درخشاں ستارے
زیر نگرانی	:	علامہ سید افتخار حسین نقوی
تحقیق و ترتیب	:	ثاقب اکبر
تعاون	:	محمد امین بلتستانی
تاریخ طباعت	:	۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۲ ہجری (۱۲۰۰ سالہ روز ولادت امام حسن عسکریؑ)
تعداد	:	ایک ہزار (1000)
قیمت	:	150
ملنے کا پتہ	:	المصطفیٰ پبلی کیشنز مرکز الاؤیس ستا ہوٹل داتا دربار لاہور

فہرست مطالب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقدیم

علامہ سید افتخار حسین نقوی

اسلام دین علم ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (سورہ علق: ۱) اتار کر قیامت تک آنے والوں پر یہ واضح کر دیا کہ دین اسلام کی بنیاد پڑھنے، پڑھانے، سیکھنے، سکھانے اور انسانوں کی تربیت علم کی بنیاد پر کرنے پر ہے۔ حضور پاکؐ ہی پوری انسانیت کے معلّم کامل ہیں۔ انھوں نے اپنی سیرت و کردار کے ساتھ انسانوں کی تربیت فرمائی اور عرب جیسے اُجڈ اور حیوانیت میں غرق معاشرے کو علم دیا اور علم کی لازوال کتاب قرآن انسانوں کے لیے تحفہ دی اور پھر اس کتاب کے ایسے معلّمین دے کر گئے کہ جن کی صداقت و دیانت اور طہارت پر خود قرآن نے گواہی دی۔ اپنی امت پر واضح فرما دیا کہ تمھارے درمیان اپنے بعد دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جو دونوں ہدایت کا منبع ہیں اور علم کا سرچشمہ ہیں، تم ان دونوں سے علم لینا، اپنی ہر مشکل کو ان سے حل کروانا، انھیں اپنے تمام معاملات میں، چاہے ان کا تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے، راہنمائی لینا۔ یہ دونوں آپس میں جدا نہ ہوں گے۔ تم انھیں الگ الگ مت سمجھنا۔ ان کے ساتھ تعلق ہی تمھاری نجات کا ضامن اور دنیا میں تمھاری ترقی کا وسیلہ ہے۔ ایک کتاب ہے جو اللہ کا لازوال کلام ہے جس میں سب کچھ ہے، خشک وتر کا علم موجود ہے۔ یہ انسانی ارتقا کے لیے ایک نسخۂ کیمیا ہے۔ اس میں اسرار کائنات ہیں، رموز انسانیت ہیں، ماسلف کی داستانیں ہیں اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے واسطے اس میں

نقد اہل بیف، نسل در نسل پاکیزہ علما کے توسط سے

راہنمائی موجود ہے۔اس کے ساتھ ہی اس کتاب کے معلمین دے کر جا رہا ہوں جو میرے اہلِ بیت ہیں، جن کی عظمت کا اعلان اللہ تعالیٰ نے آیت تطہیر میں فرمایا ہے۔ان میں پہلے علی ہیں جو امیر المومنین ہیں اور میرے علم وحکمت کا دروازہ ہیں۔ میں نے اللہ کے حکم سے انھیں وہ سب کچھ منتقل کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا اور وہ اللہ کے کلام قرآن کے عالم ہیں۔قرآن کتابِ صامت ہے اور علی کتابِ ناطق ہیں۔ان کی ہر بات صداقت اور حقیقت کے معیار پر پوری ہے۔وہ سب کے امام ہیں، میرے وصی ہیں، میرے بعد سب پر ان کی اطاعت واجب ہے۔ان کے پاس تمام انبیاء کی وراثت ہے۔وہ میرے بعد امت کے ہادی و پیشوا ہیں۔ان کی موجودگی میں میری بیٹی فاطمہ زہرا بھی میرے علم کی وارث اور عالمہ قرآن ہیں۔ان کی ہر بات قرآن سے ماخوذ اور میرے علم کا اثر ہے۔ان کی بات میری بات ہے۔ان کی رضا میری رضا اور ان کی ناراضی میری ناراضی ہے اور جس نے میری بات نہ مانی اور مجھے ناراض کیا تو اللہ بھی اس سے راضی نہ ہوگا۔اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ان کے بعد میرے دنیا میں دو خوشبودار پھول ہیں جو اس امت میں سبطین، میرے بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں جو جوانانِ جنت کے سردار اور انسانوں کی ہدایت کے ذمہ دار اور امامِ امت ہیں۔وہ میرے اوصیا میں سے ہیں، میں نے انھیں تمام علوم دیے ہیں، وہ عالمِ کتابِ خدا ہیں، وہ ہدایت کے نہ بجھنے والے چراغ ہیں، ان کی اطاعت ہی میں نجات ہے اور پھر بالترتیب علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ، محمد بن علی باقر علم الاولین والآخرین، جعفر بن محمد الصادق، موسیٰ بن جعفر الکاظمؑ، علی بن موسیٰ الرضاؑ، محمد بن علی التقیؑ، علی بن محمد النقیؑ، حسن بن علی العسکریؑ، محمد بن الحسن المہدی القائم (صاحب الزمان) الحجۃؑ ہیں۔یہ سب آئمۂ ہدیٰ ہیں، اللہ کی زمین پر اللہ کے نمائندگان ہیں، میرے خلفاء ہیں اور اللہ کی مخلوق کے مقتدا و پیشوا ہیں۔یہ سب قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔یہ اللہ کی وحی کے ترجمان ہیں۔دینِ اسلام وہی ہے جو یہ دیں۔یہ سب اللہ کے علم کا ظرف ہیں۔انھیں لسان اللہ ہونے کا شرف ملا ہے۔میرے بارھویں خلیفہ مہدیؑ ہیں جن کی دو غیبتیں ہیں۔ایک چھوٹی مدت والی غیبت (غیبت صغریٰ) دوسری لمبی مدت والی غیبت۔ان کی غیبت کبریٰ والے لوگ بڑے ہی عظیم ہوں گے کہ انھوں نے نہ مجھے دیکھا ہوگا، نہ میرے خلفاء کو دیکھا ہوگا اور نہ ہی اپنے زمانہ کے امامؑ کی خدمت

میں بالمشافہ حاضری انھیں نصیب ہوگی لیکن اس کے باوجود وہ اس قدر ایمان بالغیب اور یقین کامل رکھتے ہوں گے کہ کسی حال میں ان کے عقائد ونظریات میں جھول نہ ہوگی۔ غیبت کبریٰ کے دور میں دین کے امین فقہاء اور علماء ہوں گے۔ وہی امت کی ہدایت کے ذمہ دار ہوں گے۔ وہ میرے بیٹے مہدی علیہ السلام کی غیبت کبریٰ کے زمانہ میں میری امت کے بے علموں کی راہنمائی کریں گے، دین کے خلاف ابھرنے والے شبہات کا جواب دیں گے اور دین اسلام کے نفاذ کے لیے عملی جدوجہد کریں گے اور میرے بیٹے مہدی علیہ السلام کی عالمی اسلامی حکومت کے قیام کے لیے زمین ہموار کریں گے۔ وہ میرے بھائی ہیں۔ ان پر میرا اسلام ہو۔

حضور پاکؐ نے غیبت کبریٰ کے زمانے میں دین اسلام کی تعلیم دینے اور دین کو عوام تک پہنچانے والے علماء اور فقہاء کو سلام بھیجا ہے۔ انھیں اپنا بھائی کہا ہے۔ انھیں اپنا نمائندہ قرار دیا ہے۔ کتب اہل البیتؑ کے محافظ غیبت کبریٰ میں یہی علماء اور فقہاء ہیں۔

حضور پاکؐ نے اپنے زمانہ میں دینی تعلیم کے نئے طریقے رائج کیے۔ اسی سلسلہ کو آئمہ اطہار علیہم السلام نے جاری وساری رکھا اور وہیں سے آج تک تسلسل کے ساتھ علماء وفقہاء نے باقی رکھا ہوا ہے۔

آنحضرتؐ کا طرزِ تعلیم

حضور پاکؐ کے پاس جو بھی آکر کچھ دینی معلومات حاصل کر لیتا آپؐ اسے حکم فرماتے کہ وہ یہ معلومات جاکر انھیں دے دیں جو میرے پاس خود نہیں آسکتے۔

اس طرح حضور پاکؐ نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی کہ تم جو نہیں جانتے ہو وہ ان سے معلوم کرلو جنھیں اس کا علم ہے۔ آپؐ نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ سارے مسلمان خود براہ راست میرے پاس آئیں اور مجھ سے دین کی تعلیم لیں اور دینی احکام براہ راست مجھ سے معلوم کریں۔ آپؐ نے تعلیم وتربیت کا انسانوں میں رائج عاقلانہ ذریعہ ہی جاری وساری رکھا کیونکہ آپؐ سارے عقلائے عالم کے رہبر وسردار ہیں پھر اس سلسلہ کو ہمارے آئمہ علیہم السلام نے اپنے ادوار میں جاری رکھا اور جو حضرات آپ سے براہ راست آکر علم حاصل کر لیتے اور فقہی وشرعی احکام جان لیتے تو ان میں

فقہ اہل بیتؑ نسل در نسل پاکباز صحابہ کے توسط سے

سے آپ اپنے شاگردوں کی صلاحیت اور دیانت اور امانت کو مدنظر رکھتے ہوئے انھیں حکم فرماتے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں جاکر دین کی تعلیم اور بالخصوص شرعی احکام عوام کو سکھانے کے لیے مکاتب اور مدارس کی بنیاد رکھیں اور عام شیعوں کے لیے یہ فرمان عام جاری کر دیا کہ وہ ہماری بات ہمارے علم کے وارث، امین اور دیانت دار علماء سے حاصل کریں اور ان کی بتائی ہوئی بات کو ہماری بات جان کر اس پر عمل کریں۔

فقہ کی تاریخ

طلوع اسلام سے لے کر اب تک فقہ نے اسلامی معاشرے کی کمال آفرینی اور اس کے فکری ارتقا میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہر مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو ایسے فقہاء، جو الٰہی احکام کو ان کے منابع اور ان کے اصلی متون سے استنباط و استخراج کرتے ہیں کی دی ہوئی راہنمائی کے مطابق اپنی زندگی کے انفرادی و اجتماعی پہلوؤں کی بنیاد رکھتا ہے اور ان کی راہنمائی کی روشنی میں الٰہی حکم پر عمل کرتا ہے اور جو حقیقی حکم اس شخص سے متعلق ہے وہ فقہاء سے حاصل کرتا ہے اور پھر اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اس بیان شدہ حکم کی روشنی میں عمل کرتا ہے جو اس کی ذمہ داری بنتا ہے۔

فقہ کا نفوذ، اس کی گہرائی اور اس کی راہنما شعائیں اسلام کی پوری تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح اسلامی معاشروں میں ایک جامع الشرائط فقیہ کا فتویٰ پورے ظالمانہ نظام کو الٹ کر رکھ دیتا ہے اور امت کی تبدیلی کا سبب بنتا ہے اور اغیار اس حالت کو دیکھ کر پریشان ہوتے ہیں۔ اس جگہ ہم آیت اللہ میرزا محمد حسن شیرازی کے فتویٰ کو بطور مثال پیش کر سکتے ہیں جب شاہ ایران نے انگلستان کی تمباکو کی کمپنی کے ساتھ معاہدہ کیا تو اس فقیہ عالی قدر نے تمباکو کے استعمال کی حرمت کا فتویٰ دیا جس کے نتیجے میں بہت بڑی سازش جس کے مطابق برطانیہ ایک اسلامی مملکت کو اپنے کنٹرول میں لینا چاہتا تھا ناکام ہوگئی۔

اسی طرح جامعہ ازہر کے سابق سربراہ مفتی اعظم شیخ محمد شلتوت نے جو دنیائے اہل سنت کے سب سے بڑے مرکز علم کے سربراہ تھے، شیعہ مذہب کو دنیائے اسلام کے تمام مکاتب فقہ میں سے ایک فقہی مکتب کے عنوان سے تسلیم کیا اور اس کا اعلان کیا جس کے نتیجے میں پورے عالم

میں اتحاد امت کے حوالے سے اس کے غیر معمولی اثرات مرتب ہوئے۔

ایک فقیہ نے ایران کی مملکت کو تباہ ہونے سے بچایا اور بادشاہ کو اپنا فیصلہ تبدیل کرنا پڑا اور دوسرے عالم کے فتویٰ نے دنیائے اہل سنت کو ہلا کے رکھ دیا اور شیعوں کے خلاف اہل سنت کی صفوں میں جو پروپیگنڈہ موجود تھا اس کا توڑ کیا، اس طرح ان لوگوں کی سازش ناکام ہوگئی جو شیعہ کو دنیائے اسلام سے جدا دیکھنا چاہتے تھے۔

فقہاء کے طبقات

طلوع اسلام سے لے کر اب تک دنیائے شیعیت میں اصول الفقہ وعلم الفقہ کے بڑے بڑے ماہرین ہوئے ہیں۔ انھوں نے اسلامی اہداف اور دین کی سربلندی کے لئے اپنی زندگیاں صرف کیں اور بہت سوں کا نام ان کے عظیم عمل و کردار کی وجہ سے عالم اسلام کی بڑی بڑی شخصیات میں شمار ہوتا ہے۔

مرحوم آیت اللہ سید حسن صدر نے کتاب "تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام لکھی۔ اس میں انھوں نے بتایا ہے کہ آغاز اسلام سے لے کر حضرت آیت اللہ بروجردی کے زمانے تک ترتیب وار صدیوں میں کس دور میں کون سے علما اور فقہاء موجود رہے جنھوں نے اسلام کے لئے کام کیا اور اسلامی علوم کے معارف کی بنیاد کب پڑی۔ حضرت امام علی علیہ السلام نے سب سے پہلے شرعی احکام تحریر کیے اور حضرت رسول پاکؐ نے انھیں یہ احکام باقاعدہ لکھوائے۔ یہ تحریری کتاب فقہ اور اسلامی احکام سے متعلق نسل در نسل آئمہ علیہم السلام کے پاس موجود رہی اور ہر امامؑ مولا علی کی اس کتاب کا حوالہ الٰہی احکام بیان کرتے ہوئے دیتے رہے۔

فقہ کی تاریخ اور پہلے فقیہ

فقہ ان علوم میں سے ہے جس نے اسلامی ثقافت میں نشوونما پائی اور اسی طرح یہ اسلامی علوم میں پہلا علم ہے۔ حضرت پیغمبر اکرمؐ نے خود اس کی بنیاد رکھی، پھر آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے اس کی تکمیل فرمائی۔

فقہ اہل بیت نسل در نسل یا کبار علما کے توسط سے

کون سی شخصیت سب سے پہلے گزری جس نے فقہ سے متعلق کتاب لکھی؟اس بارے میں سید حسن الصدر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ پہلے فقیہ علی بن ابی رافع ہیں جو حضرت امام علی علیہ السلام کے شاگرد اور ان کے خواص میں سے تھے اور انھوں نے فقہ میں ایک کتاب اپنی میراث چھوڑی۔

اسی طرح نجاشی نے بھی انھیں ان پہلی شخصیات میں سے شمار کیا ہے، جنھوں نے فقہ میں کتاب تحریر کی ہے۔نجاشی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ اصحاب پیغمبرؐ کے تابعین میں سے ہیں اور امیر المومنین کے بہترین اصحاب اور شاگردوں میں سے ہیں۔حضرت امام علی کی حکومت میں تمام تحریریں اور خط و کتابت کی ذمہ داری آپ کے پاس تھی۔فقہ کی جو کتاب آپ نے لکھی اس میں وضو غسل کے احکام اور دوسرے فقہی ابواب بھی ہیں۔ان کے بعد سعید بن مسیب ہیں جنھوں نے ۹۴ ہجری میں وفات پائی اور دوسرے خلیفہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔ تیسرے فقیہ قاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں جنھوں نے ۱۰۲ ہجری میں وفات پائی۔ ان کے بعد ابوخالد قابلی ہیں جو حضرت امام علی زین العابدینؑ کے مورد اعتماد ہیں۔پھر آئمہ علیہم السلام کے دور میں آپؑ سے علوم سیکھنے والے بہت سے شاگرد ہیں جنھوں نے علم فقہ میں کتب تحریر کیں۔ان میں معروف ابن خربود، برید، ابوبصیر اسدی، فضیل بن یسار، محمد بن مسلم طائی اور زرارہ شامل ہیں جو اپنے زمانے کے مشہور اور سب سے بڑے فقیہ تھے۔جمیل بن دراج، عبداللہ بن مسکان، عبداللہ بن بکیر، حماد بن عیسیٰ، حماد بن عثمان اور ابان بن عثمان کو بھی انھی فقہاء کے تسلسل میں شمار کیا گیا ہے۔ ان کی زندگی کے بارے میں تفصیلات شیخ طوسیؒ کی کتاب فہرست، نجاشی کی کتاب فہرست، ابن ندیم کی کتاب فہرست اور عقیلی و ابن الغضائری کی کتاب رجال میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں کے بعد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے شاگرد میدان میں آتے ہیں جیسے محمد بن معانی، علی بن حمزہ وغیرہ۔ان کی زندگی کے حالات بھی رجال کی کتابوں میں درج ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور پاکؐ نے شریعت کی تعلیم اور شرعی احکام کی تعلیم اپنے اصحاب کو دی اور شرعی احکام خصوصی طور پر مولا علی کو لکھوائے اور مولا علی کے بارے میں فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور سارے علوم حضور پاکؐ نے علی مولا کی طرف منتقل کیے

ان علوم میں سے ایک علم جس کا تعلق انسان کی عملی زندگی سے ہے فقہ ہے۔ جس میں انسان کی نجی اور اجتماعی زندگی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس نے کس طرح اسے گزارنا ہے اور اس کی ہر حرکت اور عمل کے بارے میں اللہ کا کیا فیصلہ ہے۔ اس کی تعلیم بھی حضور پاکؐ نے خصوصی طور پر دی اور اس کے بارے میں مولا علیؑ کو باقاعدہ شرعی احکام جو قیامت تک پیش آنے والے تھے لکھوا دیے اور آپ نے ان تعلیمات کو اپنے شاگردوں کی طرف منتقل کیا۔ سب سے پہلی کتاب مولا علیؑ کی تحریر شدہ ہے جسے آپ کے شاگردوں نے نقل کیا۔ یہ کتاب آئمہ اہل بیتؑ کے پاس موجود رہی اور آئمہ اہل بیتؑ کے توسط سے اس کتاب کے مندرجات احادیث کی شکل میں بیان ہوتے رہے۔

البتہ آئمہ معصومینؑ کے علاوہ جب ہم فقہاء کا لفظ بولتے ہیں تو یہ ان کے شاگردوں کے لئے ہے جیسے کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں سب سے پہلے مولا علیؑ کے شاگرد علی بن ابی رافع نے فقہ کے مسائل خصوصی طور پر عبادات کے بارے میں مثلاً وضو، طہارت، نماز، روزہ اور حج کے بارے میں لکھی ہے۔ پھر زندگی کے مختلف امور جیسے تجارت کے مسائل، رہن سہن کے مسائل، نکاح اور ازدواج جیسے مسائل فقہی احکام کے طور پر فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ توضیح المسائل جو ہمارے گھروں میں موجود ہے یا تحفۃ العوام کی شکل میں جو ہمارے ہاں رائج رہی ہے اس میں انہی ابواب کی جھلک ملتی ہے۔

آئمہؑ کے دور میں لوگ ان سے یہ مسائل معلوم کرتے تھے اور ان کے مختلف شاگرد تھے جو مختلف علوم میں مہارت حاصل کرتے تھے۔ ہر معصومؑ کے شاگردوں میں کچھ ایسے بھی تھے جو شرعی حکام بیان کرنے میں مہارت رکھتے تھے جن میں سے بعض کے نام ہم نے ذکر کیے ہیں۔ ان کی تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

فقہ کی اہمیت

فقہ علوم اسلامی میں ایک وسیع ترین اور باشرف ترین علم ہے۔ اس کا تعلق مسلمانوں کی زندگی میں ہر دوسرے علم سے زیادہ ہے۔ اس کی گہرائی ان تمام پہلوؤں کی حامل ہے جن کی ضرورت ایک مسلمان کو پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ جتنے علوم ہیں ان کی نسبت یہ علم زیادہ دقیق اور گہرا ہے۔ اسی وجہ سے جو اس علم کے محافظ ہیں اور اس میں مہارت رکھتے ہیں ان کا مقام و مرتبہ بھی دوسرے علماء سے

آئمہ اہل بیتؑ نسل در نسل پہ کبار علما کے توسط سے

زیادہ ہے اور وہ معنوی لحاظ سے بھی دوسروں سے زیادہ مرتبے اور شان کے مالک ہیں۔

فقہاء کا مقام اور مرتبہ

پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا "فقہاء پیغمبری کے امانتدار ہیں۔" یہ جملہ فقہاء کی اسلام میں منزلت، مرتبہ اور مقام کو بیان کر رہا ہے اور اس میں فقہ و فقاہت کی اہمیت کو اس پہلو سے بیان کیا گیا ہے کہ معاشرے کے اندر رسالت اور انبیاء جو پیغام الٰہی لے کر آئے ہیں اس کی حفاظت، نگہداری اور تشریح فقہاء کے سپرد ہے۔ ایک اور حدیث میں رسول پاکؐ نے فرمایا:

اللہ تبارک و تعالیٰ میرے جانشینوں پر رحمت کرے۔

سوال ہوا کہ آپؐ کے جانشین اور خلفاء کون ہیں؟ جن کے لیے آپؐ دعا کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

وہ وہ ہیں جو میری سنت اور روش کو سیکھیں گے اور اسے لوگوں کے اندر رائج کریں گے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اس بیان کی تشریح و تفسیر اس طرح فرمائی کہ یہ بیان آپ کا فقہاء سے متعلق ہے یعنی اس سے ایسے فقہاء مراد ہیں جو اپنے نفس کی حفاظت کرتے ہوں، ہوا و ہوس اور خواہشات نفس کی مخالفت کرتے ہوں، دین دار ہوں، اللہ تعالیٰ کے احکام کے فرمانبردار ہوں اور اپنے آپ کو خدائی احکام کا پابند رکھیں، عام لوگوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے افراد کے پاس جائیں اور ان سے سیکھیں۔ ان شرائط کے حامل تمام شیعہ فقہاء نہیں ہوتے بلکہ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن میں یہ خصوصیات اور امتیازات موجود ہیں۔

ایک اور حدیث ہے جو حضرت امام زمانہ (عج) سے نقل ہوئی ہے اس میں ہے کہ غیبت کبریٰ میں مسائل شرعی جاننے کے بارے میں آپؑ سے سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: "ہماری ان احادیث اور ہمارے بیانات کی تفسیر کرنے والے فقہاء کی طرف رجوع کیا جائے اور وہ لوگوں پر حجت خدا ہیں اور ہم ان پر حجت خدا ہیں" یعنی جس طرح امام معصومؑ مخلوق پر اللہ کی طرف سے حجت ہیں اور ایک امام معصومؑ کے حوالے سے لوگوں سے بازپرس ہوگی کہ معصوم امامؑ کی بات کیوں نہیں مانی گئی، اسی طرح غیبت کبریٰ میں امام زمانہ (عج) نے اپنے پیروکاروں کو یہ راہنمائی دی ہے کہ میری غیبت میں

فقہاء ہمارے احکام تم سے بیان کریں گے اور تمھاری ذمہ داری ہے کہ ہماری بات ان سے حاصل کرو اور یہ تم پر ہماری طرف سے حجت ہیں اور ان کی بات تسلیم کرنا تم پر واجب ہے اور ہم ان پر حجت ہیں۔

اس قسم کی احادیث وروایات کتابوں میں بہت زیادہ ہیں جن سے فقہاء کی منزلت اور ان کی حقیقی شان واضح ہوتی ہے اور ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وارثانِ انبیاءؑ اور آئمہ معصومینؑ کے حقیقی پیرو ہیں اور آئمہ اہل بیتؑ کے بیانات کے محافظ اور نگہبان ہیں اور امت کو سرگردانی سے نجات دینے والے ہیں۔

فقہاء کا اجتماعی امور میں کردار

سطور بالا میں فقہاء کی روحانی ومعنوی فوقیت کو واضح کیا گیا ہے۔ یہاں پر ایک اور مطلب فقہاء کے حوالے سے بیان کرنا مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہم اسلام کی تاریخ میں دیکھتے ہیں تو فقہاء ہی ہیں جنھوں نے شریعت کے متن سے مطالب اخذ کیے اور اسلامی سوسائٹی میں پناہ گاہ بنے رہے۔ فقہاء کا سلسلہ اسلام کے ترجیحی علوم کا حاصل ہے اور اسلامی معاشروں میں(۱) کی حیثیت جسم میں روح جیسی ہے۔

فقیہ اسلامی زندگی کے تمام پہلوؤں میں مثلاً عبادات، سیاسیات اور اجتماعیات میں اسوہ ونمونہ کے طور پر رہے ہیں۔ اس طرح وہ لوگوں پر حجت خدا قرار پائے اور معاشرے کو صحیح راستے پر رکھنے میں انھوں نے کردار ادا کیا، لوگوں کو گمراہ ہونے سے بچایا اور اپنے اوپر عائد ذمہ داریوں کو نبھایا۔

ایک مسلمان جب بالغ ہوتا ہے تو وہ اپنی شرعی ذمہ داری جاننا چاہتا ہے تو وہ فقہاء کی تحریر کردہ کتابوں سے ہی استفادہ کرتا ہے اور ان کی تھوڑی سی خلاف ورزی کو بھی معصیت جانتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آئمہ معصومینؑ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ کے بندوں کے لیے نمائندے ہیں کس طرح ان کے شاگردوں نے شرعی احکام لوگوں تک پہنچائے اور ہر مسلمان اپنی شرعی ذمہ داری جاننے کے لئے فقہاء کی لکھی ہوئی کتابوں کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان میں جو کچھ اس کے لئے تکلیف وذمہ داری معین کردی جاتی ہے وہ اسی پر عمل پیرا ہوتا ہے اور اس کی مخالفت کو وہ خدا کی مخالفت جانتا ہے۔

---

(۱) فقہ اہل بیتؑ نسل درنسل پاکباز علماء کے توسط سے

لوگوں کے درمیان فقہاء کے بارے میں بجا طور پر یہ عقیدہ ہے کہ یہ غیبت کے دور میں رہبری اور رہنمائی کا مقام رکھتے ہیں۔ اجتماعی اور انفرادی زندگی میں حق و باطل کے معیار کے حوالے سے اور اسلام وقرآن کے صحیح راستے کی نشاندہی کے حوالے سے یہی فقہاء ہیں جو ہماری راہنمائی کرتے ہیں۔

فقہاء نے اپنے اپنے زمانے میں اس سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور اسی راہ میں اپنی جانیں قربان کیں۔ یہ واقعات آپ رجال کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔

علامہ امینی جنھوں نے الغدیر لکھی انھوں نے ایک سو تیں سے زائد علماء کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے فقہ میں بہت بڑا مقام پایا۔ انھوں نے اس راہ میں شہید ہونے والوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جیسے شہید اول شمس الدین مکی، شہید ثانی زین الدین مکی اور اسی طرح شہید ثالث ورابع۔ یہ شخصیات اپنے اپنے دور میں مرجعیت وقیادت کے مقام پر پہنچیں تو کس طرح انھوں نے اس راہ میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک پیش کر دیا اور اسلام کا دفاع کیا۔

تاریخ میں انحراف

یہ حقیقت ہے کہ تاریخ میں بہت زیادہ انحرافات ہوئے ہیں۔ تاریخ میں ابنائے زمانہ زیادہ تر مستکبرین کا ساتھ دیتے رہے ہیں۔ ظالم حکمران رہے جنھوں نے کوشش کی کہ حقیقی علماء وفقہاء جو لوگوں کی اعتقادی واجتماعی زندگی میں ستون کی حیثیت رکھتے ہیں کے مقام کو گرا دیا جائے۔ انھوں نے اس مقصد کے لیے ہر قسم کے حربے استعمال کیے اور ان کی کوشش رہی کہ بافضیلت اور بلند شان کی مالک ان شخصیات کی کردار کشی کی جائے اور اپنے تنخواہ دار لکھنے والوں کے ذریعے ان کا حقیقی چہرہ لوگوں تک نہ پہنچنے دیا جائے۔

کتابوں پر ایک نظر

حدیث کی کتب کے ساتھ ساتھ اہل علم و دانش نے ایسی کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں علماء وفقہاء کا زندگی نامہ ہے۔ ان کتب کو علم رجال کی کتب کہا جاتا ہے جو معتبر ہیں اور بڑی محنت سے

تیار کی گئی ہیں۔ ان میں علمی شخصیات کے تذکرے موجود ہیں۔ ان میں ایک کتاب "ریحانۃ الادب" مرحوم مدرس کی ہے۔ اس میں مختلف طبقات کے علما، محدثین اور شعرا کا ذکر کیا گیا ہے۔ البتہ کتاب تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلامی میں آیت اللہ سید حسن صدر نے متکلمین، ادبا اور شعرا کا زیادہ ذکر نہیں کیا لیکن اس میں خاص اوصاف کی حامل شخصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ان کتابوں میں ایک جناب عبدالرحیم بخشائشی عقیقی کی ہے۔ اس میں انھوں نے صدیوں پر محیط علماء کے حوالے سے درجہ بندی کی ہے۔

زیرِ نظر کتاب کے بارے میں

اس وقت جو کتابچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے یہ اردو زبان میں اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے۔ فی الحال اردو میں ایسی کوئی مفصل کتاب نہیں جس میں فقہاء کے اس طلائی سلسلے کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہو۔ ہمارے تحقیقی ادارہ منہاجِ نور نے اس پر محنت و مشقت کی ہے۔ اس میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ کم از کم اردو جاننے والوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ آج جو مراجع تقلید و فقہاء ہیں، جن سے ہم شرعی احکام لیتے ہیں اور نماز و روزہ کے احکام لیتے ہیں یہ کوئی نیا سلسلہ نہیں ہے بلکہ یہ باقاعدہ زنجیر کی کڑیوں کی مانند ہے جس کا تسلسل خود حضور پاک کی ذات سے جا ملتا ہے اور مولا علیؑ کے پہلے شاگرد جنھوں نے فقہ میں کتاب لکھی ہے علی بن ابو رافع سے جا ملتا ہے۔ یہ کام اس لیے کیا گیا ہے تاکہ فقہاء کی عظمت اور مراجع تقلید کی شان قارئین محترم پر آشکار ہو سکے اور ان کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی جاتی ہے اس کا ازالہ کیا جا سکے۔ دین سے ناآشنا لوگ اور آئمہ اطہارؑ کی دینی تعلیم دینے کی روش سے ناآگاہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں ان سے ممکنہ انحراف سے عاشقانِ اہل بیتؑ کو بچایا جا سکے۔

زیرِ نظر کتابچہ میں اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ شیعہ مسلک میں فقہاء و مجتہدین کی مرجعیت دینی کا جو سلسلہ اس وقت موجود ہے، مراجع تقلید، مجتہدین عظام، فقہاء کرام کی جو اصطلاحیں رائج ہیں اس کا وجود حادثاتی نہیں اور نہ ہی خود ساختہ ہے بلکہ اس کی بنیادیں خود رسول اکرمؐ نے اپنے زمانہ میں رکھیں کیونکہ جہاں جہاں اسلام پہنچ رہا تھا وہاں آپ کی طرف سے ایک امین، عادل، با بصیرت عالم نمائندہ بھی بھیجا جا رہا تھا جو اس علاقہ میں لوگوں کو اسلام کی دعوت بھی دیتا

فقہ اہل بیتؑ نسل در نسل پاکباز علما کے توسط سے

تھا اور جو مسلمان ہو جاتے انھیں دینی و شرعی احکام کی تعلیم بھی دیتا تھا۔ پھر یہی سلسلہ باقاعدگی سے تسلسل کے ساتھ بغیر کسی وقفہ کے ہمارے آئمۂ اطہار علیہم السلام کے دور میں جاری و ساری رہا۔ ہمارے کسی بھی امام نے اپنے زمانہ میں کبھی کسی شیعہ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم دینی معلومات حاصل کرنے اور فقہی احکام سیکھنے اور شرعی مسائل جاننے کے لیے براہ راست ہم سے رجوع کرو بلکہ ہمیشہ اپنے شیعوں کو تاکید فرمائی کہ آپ کے علاقہ میں جو ہمارے نمائندے موجود ہیں، جنھیں آئمہ کے وکلاء ہونے کا درجہ حاصل ہوتا تھا، ان سے احکام معلوم کرلو، ان سے رجوع کرو، وہ ہماری طرف سے تمہارے اوپر حجت ہیں، جو وہ تمھیں بتادیں اس پر عمل کرنا، ہم (آئمہ اطہار) ان علماء اور فقہاء پر حجت ہیں۔ وہ ہمارے سامنے جوابدہ ہیں۔ اسی سلسلہ کو امام علی نقی، امام حسن عسکری اور امام مہدی علیہ السلام کے زمانے میں وسعت دے دی گئی اور حضرت امام مہدیؑ کی غیبتِ کبریٰ کے زمانہ میں اس کو باقاعدہ ایک منظم سلسلہ (تنظیم الفقہاء) کا عنوان مل گیا جو آج تک جاری و ساری ہے۔

ہمارے تحقیقاتی ادارہ منہاجِ نور مرکزِ تحقیقات نے مشہور محقق جناب ثاقب اکبر کی راہنمائی میں بہت ہی محنت و کاوش سے فقہاء کے اس طلائی تسلسل (سلسلة الذهب) کا ریکارڈ مہیا کیا اور پھر اسے منظم طریقے سے سپردِ قلم کیا ہے جس سے یقینی طور پر شیعہ عوام میں علماء و فقہاء کے بارے میں پھیلائی جانے والی زہر آلود باتیں دم توڑ جائیں گی۔ شیعہ عوام کو رہنمائی ملے گی کہ ہم اس دور میں جس طریقہ پر جو عبادات بجالاتے ہیں بالخصوص پنجگانہ نماز کا جو طریقہ رائج ہے اور اس میں اذکار و قرأت و دعا، رکوع و سجود، تشہد و سلام، قیام و قعود غرض جس ترتیب سے نماز پڑھی جارہی ہے، تکبیرۃ الاحرام سے لے کر اختتامی سلام تک جسے صدیوں سے کروڑوں شیعیانِ علی علیہ السلام جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جس طریقہ پر پڑھتے ہیں بلا شک و شبہ یہ وہی ہے جو رسول اکرمؐ خود پڑھتے تھے اور آپؐ نے اسی ترتیب سے پڑھنے کا حکم فرمایا، ان کے بعد آئمہ اطہار علیہم السلام نے اسی طرح نماز پڑھی اور آپؑ کے پیچھے پڑھنے والے آپ کے ہزاروں شاگردوں نے اس نماز کو اسی طرح سیکھا، خود سنا بلکہ ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور اسی نماز کی شیعوں کے لیے دور دراز علاقوں میں جا کر تعلیم دی اور پھر اسے اپنی کتابوں میں درج کیا۔ اسی طرح باقی عبادات ہیں جن میں روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس وغیرہ شامل ہیں۔ موجودہ دور کے مراجع تقلید اور فقہاء نے اپنے بزرگان سے اور

انھوں نے اپنے اساتذہ سے اور انھوں نے اپنے اساتذہ سے اور انھوں نے امام زمانہ سے اسی طرح نماز کو حاصل کیا ہے۔ اس نماز کی کیفیت پر، اس کے اذکار و اوراد پر اور اس کی ترتیب پر کسی قسم کا اعتراض کرنا در حقیقت نا سمجھی میں خود آئمہ اطہار علیہم السلام پر اور پھر حضور پاک کی ذات پر اعتراض ہوگا۔ یہی کیفیت دیگر عبادات کی ہے جو اسی محترم اور قابلِ اعتماد سلسلے سے ہم تک پہنچی ہیں۔

کسی کو حق یہ نہیں حاصل کہ وہ یہ کہے کہ صبح کی نماز دو رکعت کیوں ہے اور ظہرین کی چار چار رکعت کیوں؟ پھر مغرب کی تین کیوں اور عشاء کی چار کیسے؟ اسی طرح کسی کو یہ بھی حق نہیں کہ وہ اعتراض کرے کہ دو رکعتی نماز میں ایک تشہد کیوں اور چہار رکعتی و تین رکعتی میں دو تشہد کیوں؟ اسی طرح یہ حق بھی کسی کو نہیں کہ وہ اعتراض کرے کہ ہر واجب نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ الحمد پڑھنا کیوں ضروری ہے؟ اسی طرح رکوع و سجود کی کیفیت اور ان میں تسبیحات کے بارے میں اعتراض نہیں کر سکتے۔ اس طرح یہ اعتراض بھی بے جا اور نامعقول اور گستاخی پر محمول ہوگا کہ تشہد میں دو شہادتیں کیوں ہیں؟ تین شہادتیں یا اس سے زیادہ شہادات کیوں نہیں؟ پھر ہر تشہد کے بعد درود کیوں؟ ہمیں یقین ہے کہ "سلسلة الذهب" میں موجودہ مراجع تقلید اور فقہاء عظام کا ربط اور تعلق بغیر کسی انقطاع اور فاصلہ کے امام زمانہ تک جا پہنچتا ہے۔ اس ارتباط اور تسلسل کو جان کر شیعہ عوام میں نماز کو مشکوک بنانے والوں کی سازش ناکام ہوگی اور شیعہ عوام اپنے ماسلف بزرگان کی طرح اپنے زمانہ کے فقہاء و مجتہدین سے اپنا رابطہ مضبوط سے مضبوط تر کریں گے اور ان کی تقلید میں آ کر اپنے زمانہ کے امامؑ کی خوشنودی حاصل کریں گے اور دشمنانِ اسلام کی تفرقہ انگنی کی سازشوں کو ناکام بنا دیں گے۔ اپنے عمل سے ثابت کریں گے کہ وہ جس طرح آئمہ اہل البیت سے محبت کرتے ہیں اور ان کی ولایت کے بغیر ایمان کو ناقص جانتے ہیں اور جنت الفردوس میں جانے کے لیے یقینی سند سمجھتے ہیں اسی طرح حضور اکرمؐ اور آئمہ اہل البیت علیہم السلام نے اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنے کے جو طریقے بیان فرمائے اور جس طرح عبادات بجالانے کی تعلیم دی ہے اور جو امین علماء و فقہاء اور مجتہدین کے توسط سے ہم تک پہنچی ہے اس پر عمل کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھیں گے۔

موجودہ دور کی سامراجی طاقتیں ماضی کی یزیدی قوتوں کا تسلسل ہیں جنھوں نے ہر دور میں کوششیں کیں کہ عوام کو حقائق سے ناآشنا رکھیں اور انھیں مرکزِ ہدایت کے قریب نہ جانے دیں۔

نقہ اہلبیت نسل در نسل باکباز علما کے توسط سے

اسلام دشمن طاقتوں کے سرغنہ یزید کی سازش کو ناکام بنانے کے لیے امام حسین علیہ السلام نے قیام کیا۔ جیسا کہ زیارت اربعین میں آیا ہے کہ: اے مولا! آپؑ نے قیام اس لیے کیا تا کہ امت کو جہالت کے گڑھے سے نکالیں اور انھیں ہدایت کے مرکز سے روشناس کرائیں، عزاداریٔ امام حسین علیہ السلام فقط کربلا کے واقعہ کی یاد نہیں بلکہ ہر دور میں عوام کو جہالت سے نکال کر انھیں مرکزِ ہدایت پر لانے کے لیے ہے اور آج کے دور میں مرکز ہدایت امام زمانہؑ کی نمائندگی میں موجودہ فقہاء و مراجع تقلید کے پاس ہے۔ شیعہ عوام کا مراجع تقلید سے مربوط رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مرکز رشد و ہدایت سے وابستہ ہیں، مراجع تقلید ہی شیعہ عوام کو زندہ امام سے مربوط کر دیتے ہیں۔ جبکہ عزاداری امام حسین علیہم السلام ہر دور میں اسلام دشمنوں اور اسلام کا لبادہ اوڑھے منافقوں کی پہچان کرانے کا مؤثر ذریعہ ہے۔ علم و آگہی، رشد و ہدایت کی طرف عوام کو لانے کا سبب ہے۔

آج کا یزید ہمیں عزاداری سے دور کرنا چاہتا ہے تا کہ ہم جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں پڑے رہیں اور ہلاکت کی وادی میں جا گریں۔ شیعہ عوام کو عزاداری قائم رکھنا ہوگی تا کہ جہالت سے نکل سکیں اور مرکزِ ہدایت سے متصل ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول کرے اور جناب ثاقب اکبر صاحب کو ان کی معاون ٹیم سمیت اس کوشش و سعی کا بڑا اجر دے اور ہم سب کو امام زمانہ (عج) کے ناصران و معاونین میں سے قرار دے۔

والسلام

مرکز ہدایت کا ادنیٰ خادم

سید افتخار حسین النقوی النجفی

۱۱ مارچ ۲۰۱۱ء

حرف آغاز

آج ہم جس مشرب و مسلک کو مذہب اہل بیت علیہم السلام کہتے ہیں وہ مسلسل قابل اعتماد واسطوں سے ہم تک پہنچا ہے۔ مذہب اہل البیت علیہم السلام دین اسلام کی ترجمانی ہے۔ حضور پاک کی زندگی کے بعد مسلسل تین سو بیس سال تک آئمۂ اہل بیت علیہم السلام اور ان کے بلاواسطہ شاگردوں نے ہر دور کے حالات اور تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن و سنت نبوی کی تشریح و تفسیر فرمائی ہے۔ حدیث ثقلین کے مفاد و مضمون کے تحت اہل البیت علیہم السلام کے تمام قولی، فعلی اور تائیدی بیانات درحقیقت دین اسلام کی تبیین و تشریح کے بارے میں رسول اکرم محمد مصطفیٰ خاتم النبیین علیہ وعلی آلہٖ السلام والصلوٰۃ کے بیانات، اعمال اور آپ کی تائیدات کا تسلسل ہیں۔ آئمۂ اہل بیت علیہم السلام کے اس تفسیری و تشریحی قول و عمل کی حیثیت سنت رسولؐ اور کلام قرآن مجید جیسی ہے، جس کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا۔ مذہب اہل بیت ہی آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام کا تسلسل ہے۔ ان کی تعلیمات کو محفوظ طریقے سے آنے والی نسلوں تک پہنچانے کے لیے اہل بیت اطہار علیہم السلام نے خود سے شعوری کوششیں فرمائیں۔ حق کے ان پیشواؤں نے اپنی حیات مبارکہ میں اپنے شاگردانِ رشید کی تربیت کی، ان میں اجتہادی بصیرت پیدا کی اور پھر عالم اسلام کے دور دراز علاقوں میں انھیں اپنا نمائندہ مقرر فرمایا۔ یہی نہیں بلکہ اپنے پیروکاروں کو تلقین فرمائی کہ وہ دینی احکام حاصل کرنے کے لیے ہر علاقے میں ان کی طرف سے مقرر کردہ نمائندوں سے رجوع کریں اور یہ بھی واضح فرمادیا کہ ان کے معین کردہ

فقہ اہل بیت، نسل در نسل پاکباز علما کے توسط سے

نمائندگان جو دینی احکام کے بارے میں بیان دیں گے وہ خود ان کا اپنا بیان ہی سمجھا جائے۔

جوں جوں آخری امام کا دور نزدیک آرہا تھا ایسے نمائندوں پر انحصار بڑھ رہا تھا کیونکہ آئمہ اہلِ بیت جانتے تھے کہ آنے والا دور طولانی غیبت کا دور ہوگا، لہٰذا عوام الناس کو اپنی راہنمائی کے لیے ہماری عدم موجودگی میں ہمارے قابلِ اعتماد نمائندوں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

حضرت امیر المومنین کی جانب سے کوفہ میں باقاعدہ دینِ مبین کی تدریس اور تعلیم و تربیت کے لیے جس عظیم الشان مدرسہ کی بنیاد رکھی اسے محکم و وسیع بنانے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے خصوصی اقدامات فرمائے۔ اسی زمانے سے دین کے ہر شعبے کے ماہرین اس مدرسے سے نکلنا شروع ہو گئے تھے۔ اس کا سلسلہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی مبارک زندگی میں خوب پھولا پھلا اور بار آور ہوا۔ قَالَ الْبَاقِرُ اور قَالَ الصَّادِقُ کی صدائیں سارے جہانِ اسلام کی محافل علمی میں بلند ہونے لگیں لیکن پھر حالات نے کروٹ بدلنا شروع کی اور آئمہ علیہم السلام سے رابطے میں عوام کو مشکلات پیش آنا شروع ہوئیں۔ یہاں تک کہ امام علی ابن موسیٰ رضاؑ کی شہادت کے بعد صورتِ حال مزید متغیر ہو گئی۔ نمائندوں پر زیادہ انحصار کیا جانے لگا۔ اسی لیے اس دور کو وکلائے اہلِ بیت یا نمائندگانِ اہلِ بیت کی تنظیم کا دور قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ امام حسن عسکریؑ نے اپنے قریبی اصحاب کو اپنے فرزندِ ارجمند مہدی زمان علیہ السلام سے متعارف کروانے کے بعد آنحضرتؑ کے دورِ غیبت میں علماء کی سنگین ذمہ داریوں سے انھیں آگاہ فرمایا اور شیعوں کو اپنی زندگی میں اس بات کی عملی تربیت وسیع پیمانے پر دینا شروع کر دی کہ امام معصومؑ سے براہِ راست دینی احکام لینے کے بجائے وہ آپؑ کے نمائندگان سے رجوع کریں۔ حضرت امام عصرؑ نے عوام کو کامل غیبت سے مانوس کرنے کے لیے ایک عرصے تک اپنے نائبین خاص کے ذریعے ان سے رابطہ رکھا۔ یہ دور نوابِ اربعہ یا چار خاص نائبین کا دور کہلاتا ہے۔ اسے غیبتِ صغریٰ کا زمانہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان چار نائبین میں سے آخری کا وصال قریب آپہنچا تو حضرت ولی عصرؑ نے انھیں اطلاع دی کہ اب کسی خاص شخصیت کا نیابت کے منصب پر تعین نہیں کیا جائے گا اور اب کامل اور طویل غیبت کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اس دور کے بارے میں امام معصومؑ نے یوں راہنمائی فرمائی ہے:

اما الحوادث الواقعه فارجعوا الیٰ رواة احادیثنا

رہے نئے پیش آمدہ مسائل تو ان کے لیے (ہمارے شیعہ) ہماری احادیث کے جاننے والوں سے رجوع کریں۔

غیبت کبریٰ (جس کا آغاز ۳ ربیع الاول ۳۲۹ ہجری قمری سے شروع ہوتا ہے) کے لیے ائمہ اہل البیت علیہم السلام نے اپنے شیعوں کو پہلے سے تیار کر رکھا تھا۔ اس لیے غیبت کبریٰ کے شروع ہوتے ہی جہاں پر علماء کرام و مجتہدین عظام اور راویانِ احادیث کی ذمہ داریوں میں بے تحاشا اضافہ ہوا وہاں پر شیعوں کا رابطہ بھی ان علماء سے پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ غیبت کبریٰ کے آغاز میں امام علی نقی، امام حسن عسکری اور حضرت امام مہدی علیہم السلام کے اصحاب اور پھر ان اصحاب کے شاگرد ہی آپ کے قابل اعتماد نمائندے تھے۔ ان میں سے بعض کو حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا اور بعض کا رابطہ نواب اربعہ سے بھی رہا۔ پھر نواب اربعہ اور ان شخصیات کے شاگردوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ہم جب اس دور کا جائزہ لیتے ہیں تو شیعہ عوام اور آئمہ اہل البیت علیہم السلام کے درمیان رابطے کے لیے ان علماء کا بڑا کردار رہا جو خود آئمہ کے شاگرد تھے، جنھوں نے براہِ راست آئمہ سے علم حاصل کیا اور آئمہ علیہم السلام کی عملی زندگی کا مشاہدہ کیا۔ آپ کی سیرت و کردار، عبادتی زندگی اور اجتماعی زندگی سب کے یہ حضرات عینی شاہد رہے۔ اس سلسلے کو انھوں نے آگے منتقل کیا اور یہ سلسلہ غیبت صغریٰ جو ۷۰ سال پر محیط ہے، سے ہوتا ہوا غیبت کبریٰ سے متصل ہو جاتا ہے جو آج تک جاری و ساری ہے اور آج کے دور میں علماء کرام، مجتہدین عظام، مراجع تقلید سب اسی تنظیم وکلاء کا تسلسل ہیں جسے آئمہ کے دور میں قائم کیا گیا۔ آئمہ کے ۳۳۰ سالہ دور کے خاتمہ سے غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوتا ہے اور اس میں تنظیم الفقہاء و المجتہدین، تنظیم رواۃ احادیث کی بنیاد رکھ دی گئی اور اس کے خدوخال خود آئمہ اطہار علیہم السلام نے بیان کیے اور امام زمانہؑ نے اپنی غیبت صغریٰ میں اسے زیادہ واضح کیا تاکہ غیبت کبریٰ کے شروع ہوتے ہی شیعہ حضرات کو دین اسلام سمجھنے اور دینی و شرعی احکام معلوم کرنے میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

احادیث کے عظیم الشان مجموعہ "الکافی" کے مؤلف علامہ یعقوب کلینیؒ بھی غیبت صغریٰ

نقل احادیث نسل در نسل پاکباز علما کے توسط سے

کی شخصیت ہیں۔ پھر یہ سلسلہ بغیر کسی وقفے کے جاری رہا۔ یہاں تک کہ شیخ مرتضیٰ انصاری، میرزا حسن شیرازی بزرگ، میرزا ہادی شیرازی، میرزا محمد حسین نائینی، میرزا محمد حسین اصفہانی، سید ابوالحسن اصفہانی، سید محسن الحکیم، سید الخوئی، شہید سید باقر الصدر، امام خمینیؒ، آیت اللہ گلپائیگانی اور دیگر فقہائے عظام تک پہنچا اور آج انھی ہستیوں کے شاگردان رشید آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای، آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی اور دیگر مراجع عظام مکتب اہل بیت کے عالیقدر راہنماؤں اور ترجمانوں کی حیثیت سے اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آج ان فقہاء کی راہنمائی میں ہم جو عبادات انجام دیتے ہیں اور جو کام بھی دینی احکام کی روشنی میں بجالاتے ہیں وہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی وراثت کے طور پر بغیر کسی انقطاع، وقفے اور شک وشبہ کے ہم تک پہنچا ہے۔

عامۃ المومنین کی ذمہ داری ہے کہ انھی مراجع کے فتاویٰ کی روشنی میں اپنے عباداتی اعمال بجا لائیں اور جو دین میں اہل نظر اور فقیہ نہیں ہیں وہ خود سے کسی چیز کو کم وبیش نہ کریں۔ ذیل میں آئمہ اہل بیت کے بعد اُن کے جن وکلاء، سفیروں اور نائبین خاص وعام کے ذریعے مذہب اہل بیت ہم تک پہنچا ہے، ان میں سے بعض اہم شخصیات کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ اور اس میں بہت حد تک زمانی تسلسل کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے تاکہ ایک عام شیعہ کو یہ بات سمجھ آجائے کہ ہماری عبادات کا طریقہ وہی ہے جو آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا تھا اور جسے رسول اکرمؐ نے تعلیم دیا تھا۔

یہاں یہ بات بتانا بے جا نہ ہے کہ علماء ومجتہدین کی اس فہرست میں کئی ایک بلند مرتبہ محدثین کا ذکر بھی شامل ہے کیونکہ محدثین کرام کی مساعیٔ جلیلہ کو اس سلسلہ اخیار کے بیان سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

سید ثاقب اکبر

مرجعیت کے درخشاں ستارے

دورِ غیبتِ صغریٰ

غیبت صغریٰ میں حضرت (عج) کے خاص نائبین، فقط چار افراد تھے، جو آپ (ع) کے وجود مقدس سے پہلے آپ (عج) کے اجداد کی پر برکت حیات طیبہ میں بھی زندگی بسر کر چکے تھے۔ یہ چاروں حضرات، متقی و پرہیزگار اور بزرگ علماء شیعہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ یہ حضرات چار تھے اسی لیے ان کو ''نواب اربعہ'' یعنی ''چار نائب'' کہا جاتا ہے نیز یہ حضرات آپ (عج) کے خاص نائبین تھے لہٰذا ان کو ''نواب خاص'' بھی لکھا جاتا ہے۔ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ یہ حضرات بالترتیب امام زمانہ (عج) سے رابطہ میں تھے اور پھر امام زمانہ (عج) سے اخذ کردہ احکام مختلف علاقوں میں موجود شیعہ علماء کے توسط سے عوام تک پہنچاتے تھے۔ ان حضرات کو ترتیب کے لحاظ سے کتب تاریخ نے اس طرح بیان کیا ہے:

۱۔ ابو عمرو عثمان بن سعید عمریؒ

۲۔ ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید عمریؒ

۳۔ ابو القاسم حسین بن روح نوبختیؒ

۴۔ ابو الحسن علی بن محمد سمریؒ

ان حضرات کے علاوہ بھی حضرت (عج) کے دوسرے وکلاء مختلف مقامات پر حیات بسر کر رہے تھے۔ مثال کے طور پر بغداد، کوفہ، اہواز، ہمدان، قم، ری، آذربائیجان وغیرہ میں لیکن یہ چار حضرات آپ (عج) کے خاص الخواص نائبین تھے اور انھی کے ذریعہ آپ (عج) کا پیغام آپ

فقط اہل ایمان، نسل در نسل پاکباز علماء کے توسط سے

کے شیعوں تک رسائی حاصل کرتا تھا۔

ذیل میں ہم ان حضرات کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

ا۔ ابو عمرو عثمان بن سعید عمریؒ

آپ کا قبیلہ بہت مشہور و معروف تھا جسے "قبیلہ بنی اسد" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے شہر سامرا میں سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ آپ شیعوں کے نزدیک قابل اعتماد و احترام تھے۔ آپ امام زمانہ (عج) سے پہلے حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بھی قابل اعتماد وکیل رہ چکے تھے اور ان کی خدمت گزاری کا شرف حاصل کر چکے تھے۔ احمد بن اسحاق جو خود بھی شیعوں کے بزرگ اور قابل اعتماد علماء میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

> میں ایک روز امام علی نقی (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:
>
> یا ابن رسول اللہ! میں کبھی تو آپ (ع) کی خدمت میں حاضر رہتا ہوں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ تک رسائی کے امکانات فراہم نہیں ہوتے، جب میں آپ تک رسائی سے معذور ہوں تو کس کے پیغام پر عمل کروں؟

امام علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا:

> ابو عمرو عثمان بن سعید عمری میرے نزدیک امین و قابل اعتماد شخص ہے، وہ جو کچھ بھی تم سے کہے گا اور جو بھی پیغام تم تک پہنچائے گا وہ میرا پیغام ہوگا۔

احمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ امام علی نقی (علیہ السلام) کی شہادت کے بعد، میں امام حسن عسکری (علیہ السلام) کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور وہی سوال کیا جو آپ (عج) کے پدر بزرگوار سے کیا تھا تو حضرتؑ نے بھی وہی جواب دیا جو آپؑ کے والد گرامی نے ارشاد فرمایا تھا۔

آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا نظریہ ہے کہ آپ ۲۶۰ ہجری سے ۲۶۷ ہجری کے مابین کوچ کر گئے اور بعض علماء کرام کا کہنا ہے کہ ۲۸۰ ہجری تک بقید حیات تھے اور اسی سنہ میں وفات پائی۔

۲۔ ابوجعفر محمد بن عثمان بن سعیدؒ (م: ۳۰۴ھ)

آپ بھی اپنے والد گرامی "ابوعمرو عثمان بن سعید عمری" کی مانند عدالت و پرہیزگاری میں بے نظیر تھے اور شیعوں کے نزدیک قابل احترام تھے۔ آپ امام حسن عسکری علیہ السلام کے نزدیک قابل اعتماد تھے ۔آپ کے والد گرامی کی وفات پرملال کے موقع پر امام زمانہ (عج) کی جانب سے ایک نامہ موصول ہوا جس میں آپ کے والد محترم کی رحلت پر اظہار افسوس کیا گیا تھا نیز آپ کی نیابت کا اعلان تھا۔ اسی طرح "اسحاق بن یعقوب" کی جانب امام زمانہ (عج) کا نامہ آیا جس کی تحریر کچھ اس انداز میں تھی:

خداوند عالم عثمان بن سعید اور اس کے والد سے راضی وخوشنود ہو کہ وہ میرے لیے قابل اعتماد شخص تھا، اس کا نوشتہ میرا نوشتہ تھا۔

آپ کی علم فقہ میں کچھ تالیفات تھیں جو آپ کی رحلت کے بعد امام (عج) کے تیسرے نائب "حسین بن روح" یا چوتھے نائب "ابوالحسن سمری" تک پہنچیں۔ آپ تقریباً چالیس سال امام زمانہ (عج) کے نائب و وکیل رہے۔ آپ نے اپنی وفات سے پہلے وفات کی خبر دے دی تھی اور جس تاریخ کی پیشین گوئی کی تھی اسی تاریخ کو ۳۰۴ ہجری میں رحلت فرما گئے۔

۳۔ ابوالقاسم حسین بن روح نوبختیؒ (م: ۳۲۶ھ)

ابوجعفر محمد بن عثمان کی عمر بابرکت کے آخری لحظات میں شیعوں کا ایک گروہ آپ کی عیادت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

میری آنکھیں بند ہونے کے بعد، حکم امام (عج) کے تحت "ابوالقاسم حسین بن روح نوبختی" میرے جانشین اور امام زمانہ (عج) کے نائب قرار پائیں گے لہٰذا میرے بعد انھی کی جانب رجوع کرنا اور

اپنے مسائل میں انھی پر اعتماد کرتا۔

حسین بن روح نے فقہ شیعہ میں ایک کتاب بنام "التادیب" تحریر کی تھی۔ مخالفین اور موافقین بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ حسین بن روح اپنے زمانے کے سب سے زیادہ عقلمند انسان تھے۔ آپ عباسی دور حکومت میں پانچ سال تک قید میں رہے۔ اکیس سال فرائض سفارت انجام دینے کے بعد ۳۲۶ ہجری میں دار فنا سے دار بقا کی جانب رحلت فرما گئے۔

۴۔ ابوالحسن علی بن سمریؒ (م: ۳۲۹ھ)

حکم امام زمانہ (عج) اور وصیت حسین بن روحؒ کے مطابق ان کی رحلت جانگداز کے بعد امام زمانہ (عج) کا منصب نیابت آپ تک پہنچا۔ آپ امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب و انصار باوفا میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ ۳۲۹ ہجری میں اس جہان سے کوچ فرما گئے۔ آپ کی وفات سے چند روز قبل آپ کے نام امام زمانہ (عج) کا پیغام اس مضمون کے تحت پہنچا:

> اے علی بن محمد سمری! خداوند عالم تمھارے فقدان پر تمھارے بھائیوں کو اجر عظیم عنایت فرمائے۔ تم چھ روز بعد اس دنیا سے رخت سفر باندھ لو گے۔ اپنے امور کو منزل اختتام تک پہنچا دو اور کسی بھی شخص کو اپنا جانشین نہ بنانا۔ اب میری غیبت کامل کا وقت آ گیا ہے اور اب میں اذن خداوندی کے بغیر پردہ غیبت نہیں اٹھا سکتا۔ میرا ظہور اس وقت ہوگا جب زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی۔ کچھ لوگ میرے شرف دیدار کا دعویٰ کریں گے اور کہیں گے کہ "ہم نے امام زمانہ (عج) سے ملاقات کی" آگاہ رہو کہ اگر کوئی شخص خروج سفیانی سے قبل میرے دیدار کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے اور خداوند عالم کے علاوہ کوئی طاقت نہیں ہے جو قبل ظہور میرا دیدار کر سکے۔

نوشتہ امام زمانہ (عج) کے مطابق چھ روز بعد علی بن محمد سمری رحلت فرما گئے۔ آپ کی رحلت پر ملال سے قبل آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے بعد آپ کا نائب کون ہوگا؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

مجھے یہ اجازت نہیں کہ اپنا جانشین منتخب کروں۔

غیبت کبریٰ میں امام زمانہؑ کی زیارت وملاقات کے بارے میں وضاحت

امام زمانہؑ کی غیبت صغریٰ میں یکے بعد دیگرے چار خصوصی نائبین مقرر رہوئے ہر نائب اپنی وفات سے پہلے اگلے نائب کا تعین کر دیتے تھے جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ ایک خاص شخص متعین ہوگیا ہے جو امام زمانہؑ سے ملاقات کر سکتے ہیں اور ان سے احکام لے کر شیعوں تک پہنچانے کے ذمہ دار ہیں ۔ چوتھے نائب کی وفات کے بعد کیونکہ اس خصوصی نیابت کا دور ختم ہو رہا تھا لہٰذا امام علیہ السلام نے وضاحت فرمادی کہ اگر میرے اس حکم نامے کے بعد کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے مجھ سے ملاقات کی ہے اور مجھ سے احکام لے کر جیسے پہلے سلسلہ چل رہا تھا شیعوں تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے تو وہ جھوٹا ہے، اس کی بات پر عمل نہ کیا جائے اور اسے میرا نائب خاص نہ سمجھا جائے۔ البتہ غیبت کبریٰ میں خالص شیعوں اور علماء و مجتہدین کے لیے امام زمانہؑ کا زیارت کروانا اور شرف ملاقات تو اس کی نفی نہیں کی جارہی ۔ جیسا کہ تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت ہے کہ اس طولانی غیبت کے دور میں امام علیہ السلام اپنے بعض خالص شیعوں سے ملتے رہے ہیں اور فقہاء و مجتہدین کی راہنمائی بھی فرماتے رہے ہیں لیکن ایسی ملاقات جو ان چار نائبین کے لیے تھی وہ سلسلہ بند ہوگیا ہے۔

امام زمانہؑ کے چوتھے نائب کی رحلت کے بعد تاریخ شیعہ کا دور جدید شروع ہوا جو "غیبت کبریٰ" کے عنوان سے معروف ہے۔

نواب اربعہ کی بنیادی ذمہ داری یہ تھی کہ امام زمانہ (عج) کے اسم مبارک اور آپ (عج) کی جائے سکونت کو لوگوں سے مخفی رکھا جائے اگر چہ دوران غیبت صغریٰ نواب خاص اور بعض خالص شیعوں کے لیے دیدار امام وقت (عج) ممکن تھا لیکن سیاسی مشکلات کے پیش نظر امام (عج) کے نائبین میں سے ہر ایک کی یہ ذمہ داری تھی کہ آپ (عج) کے اسم مبارک اور مقام سکونت کو پوشیدہ رکھے ۔ اپنے مقام خاص کو حکام وقت سے مخفی رکھنے کے لیے ان نائبین میں سے ہر ایک نے

مختلف کاروبار شروع کر رکھے تھے یہاں تک کہ کوئی گھی کا کاروبار کرتا تھا اور کوئی بظاہر سرکہ فروش تھا۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ کسی کو خبر نہ ہو کہ امام غائبؑ کا نمائندہ خاص کون ہے؟

غیبتِ صغریٰ کے بعض وکلائے امامؑ

غیبتِ صغریٰ کے دوران میں حضرت صاحب الامرؑ کے چار منتخب سفرا کے علاوہ آپ کے بعض اور وکلاء بھی تھے۔ یہ شیعوں کے درمیان ثقہ شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری بھی کم اہم نہ تھی کیونکہ امام غائب کے ساتھ رابطہ میں رہنے والے خصوصی سفراء یا عمومی وکلاء کے بارے میں حکام جور ہمیشہ ٹوہ میں رہے۔ لیکن رازداری کا ایسا مضبوط نظام تھا کہ ۷۰ سال کے طویل دورانیے میں کوئی ظالم حاکم نہ تو امام زمانہؑ کے خصوصی نائب کے بارے میں جان سکا اور نہ ہی اسے یہ پتہ چل سکا کہ امام غائبؑ کا ٹھکانا کہاں ہے۔ حکومتی ایجنٹ ہمیشہ ان کی تلاش میں رہے لیکن ناکام و نامراد رہے۔ یہی وجہ تھی کہ ان خاص نمائندوں کا شیعوں سے بہت زیادہ میل جول مناسب نہ تھا۔ ان حالات میں ہر سفیر امام زمانہؑ سے بلاواسطہ رابطہ رکھتے۔ آپ کی تعلیمات اور توقیعات حاصل کرتے اور امام زمانؑ ان پر جو ذمہ داریاں عائد فرماتے انھیں پورا کرتے جبکہ عام وکلاء سفیر امامؑ اور شیعہ عوام کے مابین رابطے کا کام انجام دیتے۔ وہ لوگوں کی ضروریات پوری کرتے اور ان تک امامؑ کے احکام پہنچاتے۔ شیخ صدوقؒ نے اپنی معروف کتاب "اکمال الدین" میں ان وکلاء کا ذکر کیا ہے۔ سید محمد صادق صدر نے بھی "موسوعة الامام المهدیؑ" میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے اہم وکلاء کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں۔

۱۔ حاجز بن یزید

ان کے بارے میں امام سے تحریری طور پر سوال کیا گیا تو امام نے جواب میں ان کی تائید فرمائی۔

۲۔ ابو طاہر محمد بن علی بن بلال

ابو طاہر البلالی کے نام سے معروف ہیں۔ ابن طاؤوس نے اپنی کتاب "ربیع الشیعہ" میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور ایک قول کے مطابق وہ ایک ثقہ شخصیت تھے۔ علاوہ ازیں ان کا ذکر امام حسن عسکریؑ کے اصحاب میں بھی آیا ہے۔ البتہ بعض لوگوں کی رائے میں وہ آخری عمر میں ثبات قدم کا مظاہرہ نہیں کر سکے۔

۳۔ ابراہیم بن مہزیار

آپ کو امام کے وکیل ہونے کا شرف حاصل تھا۔ محمد بن ابراہیم بن مہزیار جو ان کے فرزند تھے ان کے بعد امام کے وکیل کے مرتبے پر پہنچے۔

۴۔ احمد بن اسحاق بن سعد بن مالک اشعری

ان کا ذکر ہم نے نواب اربعہ کے دور کے بعض علماء کے ضمن میں کیا ہے۔ انھیں چار معصوم اماموں کی نمائندگی کا شرف حاصل رہا ہے۔

۵۔ محمد بن صالح بن محمد ہمدانی دہقان

آپ امام حسن عسکریؑ کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ جناب کشی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت صاحب الامرؑ کی ایک توقیع میں انھیں "وکیلنا و ثقتنا" (ہمارے وکیل اور ہمارے ثقہ) فرمایا ہے۔

۶۔ ابوالحسین محمد بن جعفر اسدی رازی

آپ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں آئمہ اہل بیت کی بہت سی روایات بیان فرمائی ہیں جو فقہی مسائل کے بارے میں ہے۔ حضرت صاحب الامرؑ نے انھیں "امین" قرار دیا ہے۔

۷۔ قاسم بن علاء

آپ کا تعلق آذربائیجان سے تھا۔ امامؑ نے بعض امور میں آپ کو اپنا وکیل قرار دیا۔

۸۔ محمد بن شاذان بن نعیم

آپ کا تعلق نیشاپور سے تھا۔ اس علاقے میں مومنین کے بعض مسائل کے لیے آپ امامؑ کی طرف سے وکیل تھے۔

۹۔ محمد بن ابراہیم بن مہزیار

ابن طاؤس نے امامؑ کے وکلاء میں ان کا ذکر کیا ہے۔ کتب امامیہ میں ان کے بلند مقام سے کسی کو کوئی اختلاف نہیں، صاحب الامرؑ کی ایک توقیع کے مطابق اپنے والد کے بعد وہ اس مرتبے تک پہنچے۔

۱۰۔ حسین بن علی بن سفیان بزوفری

آپ بھی امامؑ کے نامزد وکلاء میں سے تھے۔

مجموعی طور پر وکلاء بعض امور کے لیے مقرر کیے جاتے تھے وہ مومنین کے مسائل کو حل کرنے میں رابطہ کا کردار ادا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں خمس کی جمع آوری پر بھی مامور تھے۔ مومنین کی ضروریات اور احتیاجات کو امامؑ تک پہنچانے میں بھی وہ اپنا کردار ادا کرتے تھے۔

غیبت صغریٰ کے بعض بزرگ فقہاء

۱۔ احمد بن اسحاق قمیؒ (م: ۲۶۳ھ)

آپ کا اصل نام ابو علی احمد بن اسحاق اشعری قمی ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ امام محمد تقی، امام نقی اور امام حسن عسکریؑ کے شاگرد اور صحابی ہیں۔ امام حسن عسکریؑ کے نزدیک آپ کا بہت مقام اور منزلت تھی۔ آپ وہ شیعہ عالم اور مجتہد ہیں جنھوں نے امام زمان حضرت امام مہدیؑ کی زیارت آپ کے بچپن میں بھی کی اور بعد میں بھی آپ سے ملاقات فرمائی۔ انھوں نے اپنے زمانے کی سب سے بڑی کتاب نماز اور روزہ پر لکھی۔ اس کتاب میں امام علی نقیؑ کے فرمودات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ان محدثین اور رجال کا انتخاب کیا جن کی آپؑ نے تائید فرمائی۔ درحقیقت یہ کتاب ۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ایک نماز کے بارے میں ہے اور دوسری روزہ کے بارے میں۔ انھوں نے جو طریقہ آئمہ اطہار علیہم السلام سے سیکھا بعینہٖ اسے کتاب میں درج کیا۔ بعد میں آنے والے شیعہ مجتہدین نے نماز شیعہ انھی کی کتاب سے اخذ کی ہے۔ شیخ مفیدؒ اور شیخ طوسیؒ کے علاوہ علامہ باقر مجلسیؒ نے بھی اس کتاب الصلوٰۃ کا حوالہ دیا ہے۔ احمد بن اسحاق کی ولادت دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ہوئی، تاہم صحیح تاریخ درج نہیں کی گئی۔ آپ کی وفات ۲۶۳ ہجری میں ہوئی۔ احمد بن اسحاق کے دور میں امام زمانہ کی غیبت کبریٰ شروع ہوئی۔ مفاخر اسلام میں علامہ علی دوانی نے لکھا ہے:

جب احمد بن اسحاق قمی امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا:

اے فرزند رسولؐ! ہمیں آگاہ کیجیے کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا تو امامؑ گھر گئے اور تین سالہ بچے کے ساتھ باہر آئے۔ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: اے احمد بن اسحاق! یہ ہیں میرے فرزند جن کی کنیت پیغمبر اسلامؐ کی کنیت ہے۔ ان کا نام مہدیؑ ہے اور یہ حجت خدا ہیں۔ میرے یہ فرزند خضر و ذوالقرنین جیسے ہیں اور یہ ہم سب کے بعد حجت خدا ہوں گے۔ ان کی غیبت بہت طولانی ہوگی ۔یہ اس وقت ظہور کریں گے جب دنیا ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ ہمارے معتقدین کو چاہیے کہ ان کے ظہور کی دعا کریں۔

احمد بن اسحاق کی امام عصرؑ سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ آپ نے امامؑ سے کئی مواقع پر رہنمائی لی۔ احمد بن اسحاق نواب اربعہ سے بھی رابطے میں رہے۔ نماز کا جو طریقہ شیعوں میں رائج ہے اور جو کچھ اس میں ہم پڑھتے ہیں یہی احمد بن اسحاق کی کتاب ''کتاب الصلوۃ'' میں درج ہے۔ یہی وہ نماز ہے جس کی آئمہ طاہرینؑ میں سے امام محمد تقیؑ، امام حسن عسکریؑ اور امام عصرؑ نے تائید فرمائی۔

۲۔علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی (۲۲۴ھ۔ ۳۲۹ھ)

علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی ابوالحسن ابن بابویہ کے نام سے مشہور ہیں اور شیخ صدوقؒ کے والد ہیں۔ قم کے عظیم ترین محدثین میں سے ہیں۔ اہل قم کے شیخ اور ان کے فقیہ تھے۔ عراق تشریف لائے تو ابوالقاسم حسین بن روح سے جو امام زمانہ کے تیسرے سفیر اور نواب اربعہ میں سے ہیں کچھ دینی مسائل پوچھے اور جب ان سے جدا ہوئے تو ایک خط لکھ کر علی بن جعفر بن اسود کو دیا اور ان کے ذریعہ آپ تک پہنچایا۔ اس میں تحریر کیا کہ ان کا خط جس میں انھوں نے فرزند کے لیے دعا کی التماس کی تھی حضرت صاحب الامر عجل اللہ فرجہ کے حضور میں پہنچا دیں اور انھوں نے وہ پہنچا دیا اور تین دن کے بعد جواب آیا کہ ہم نے دعا کر دی ہے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی دو فرزند نیک سیرت عطا فرمائے گا۔

پس اللہ نے ان کو دو بیٹے عطا فرمائے۔ ایک ابوجعفر جو صدوق ہیں اور دوسرے ابوعبداللہ

حسین ۔ شیخ صدوقؒ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میں جناب صاحب الامرؑ کی دعا کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہوں اور اس پر فخر فرمایا کرتے تھے۔

آپ کے والد علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ کے پاس حضرت امام حسن عسکریؑ کے فرمان بھی پہنچتے رہتے تھے اور وہ ان میں آپ کو "میرے شیخ" اور "میرے معتمد" کے الفاظ سے یاد فرماتے تھے۔ ان پیغامات میں ان کے لیے دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ایسی اولاد عطا کرے جو صلحاء میں سے ہو۔

آپ کی پیدائش ۲۴۴ ہجری میں ہوئی اور وفات ۳۲۹ ہجری میں ہوئی۔ اسی سال علی بن محمد سمری جو جناب صاحب الامر کے چوتھے نائب تھے، نے بھی وفات پائی۔ کلینیؒ کا سال وفات بھی یہی ہے۔ اسی سال غیبت کبریٰ کا بھی آغاز ہوا۔

آپ کا مدفن قم میں ہے اب اس پر مقبرہ بنا ہوا ہے اور گنبد بھی موجود ہے۔

آپ کی تصنیفات میں کتاب توحید، کتابِ وضو اور کتاب الصلوٰۃ شامل ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے عقائد اور عبادی اعمال معصومینؑ سے اخذ کیے جن سے بعد والے فقہاء اور مجتہدین نے حاصل کیے۔

۳۔ محمد بن مسعود عیاشی سمرقندی (م: ۳۲۹ھ)

آپ کا اصل نام محمد بن مسعود بن محمد بن عیاشی سمرقندی ہے۔ ابوالنصر آپ کی کنیت ہے جبکہ آپ عیاشی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کا تعلق تیسری صدی کے علماء سے ہے اور آپ کا شمار غیبت صغریٰ کے بزرگ فقہاء میں ہوتا ہے۔ آپ شروع میں اہل سنت مذہب کے پیروکار تھے بعد میں مکتب اہل بیتؑ اختیار کیا اور بڑا مقام پایا۔ آپ ثقۃ الاسلام شیخ کلینیؒ کے ہمعصر تھے۔ آپ علی بن بابویہ قمی کے بھی ہمعصر تھے اور ان سے مقدم تھے۔ آپ نے اپنی تعلیم سمرقند اور بخارا میں رہ کر حاصل کی۔ آپ نے فقہ، ادب اور تفسیر پر ۲۰۰ سے زائد کتابیں لکھیں۔ فقہ پر آپ کی ایک کتاب "فقہ عیاشی" کے نام سے بہت شہرت کی حامل ہے۔ آپ کے ایک بیٹے جعفر تھے جو اپنے زمانے کے فقیہ تھے۔ آپ کی وفات ۳۲۹ ہجری میں ہوئی۔

فقہ اہل بیتؑ نسل در نسل پاکباز علماء کے توسط سے

۴۔ابن عقیل عمانی

حسن بن علی بن ابی عقیل جو کہ عمان سے اپنے تعلق کی وجہ سے ''عمانی'' نیز ''ابن عقیل'' کے نام سے معروف ہیں۔آپ کا لقب "حذا" تھا۔آپ شیخ کلینیؒ کے ہمعصر تھے۔شیخ مفیدؒ نے آپ کی بہت تعریف کی ہے اور آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے علم فقہ کو اصول وقواعد کی روشنی میں بیان کرنے کے حوالے سے کافی محنت کی ہے۔ابن ابی عقیل اور محمد بن احمد جنید اسکافی فقہ کی کتابوں میں فقہاء قدیم کے ناموں سے معروف ہیں۔آپ کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے اور آپ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ آپ کی وفات ۳۳۰ ہجری اور ۳۵۰ ہجری کے درمیان میں ہوئی ہے۔

آپ تیسری صدی ہجری کے علماء سے ہیں۔فقہ میں آپ کی کتاب "المستمسک بحبل آل الرّسولؐ "بہت معروف ہے۔آپ جعفر ابن قولویہ کے استاد ہیں جبکہ جعفر ابن قولویہ شیخ مفیدؒ کے استاد ہیں۔جعفر بن قولویہ،علی بن بابویہ کے ہمعصر ہیں۔فقہ میں ان کی آراء کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔

۵۔محمد بن احمد جنید اسکافی (م: ۳۸۱ھ)

محمد بن احمد بن جنید اسکافی ایک معروف اور نامور فقیہ کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ آپ کا لقب ابو علی تھا۔آپ کا تعلق بصرہ اور نہروان کے درمیان ایک قصبہ ''اسکاف'' سے ہے، جس کی وجہ سے آپ کو اسکافی کہا جاتا ہے۔آپ شیخ مفیدؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔آپ نے علم کلام اور علم ادب پر کتابیں لکھیں۔آپ کی کتابوں کی تعداد ۵۰ کے قریب ہے جن میں تھذیب الشیعہ الأحکام الشریعہ، کتاب الاحمدی للفقہ المحمدی،کتاب النصرة لاحکام العترة زیادہ مشہور ہیں۔نجاشی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے ۲۰۰ فقہی مسائل کو ۱۵۰۰ اوراق پر درج کیا ہے۔آپ شیخ صدوقؒ کے والد ابن بابویہ اور امام عصرؑ کے تیسرے سفیر حسین بن روحؒ کے ہمعصر تھے۔آپ کی وفات ۳۸۱ ہجری میں ہوئی جو کہ شیخ

مرجعیت کے درخشاں ستارے

صدوق کا بھی سال وفات ہے۔

۶۔ محمد بن یعقوب کلینی (۲۶۰ھ۔ ۳۲۹ھ)

معلوم شیعہ تاریخ میں شیخ کلینی کا شمار اولین مجتہدین میں ہوتا ہے۔ ان کا زمانہ آئمہ اطہار کے قریب ترین دور میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کی شخصیت بہت اہمیت کی حامل ہے۔ آپ کی ولادت ۲۶۰ ہجری میں ایران کے شہر کلین میں ہوئی۔ یہ امام حسن عسکریؑ کا زمانہ تھا اور وفات ۳۲۹ ہجری میں ہوئی۔ گویا غیبت صغریٰ کے زمانے میں آپ موجود تھے۔ آپ کا زمانہ نواب اربعہ سے جاملتا ہے۔ آپ نے ۲۰ سال کی عمر میں سفر کی تکالیف اور مصائب برداشت کر کے ۱۶۱۹۰ احادیث جمع کیں اور ان کی یہ کاوش "اصول و فروع کافی" کی صورت میں منظر عام پر آئی۔ اسے شیعوں کی حدیث کی معتبر ترین کتاب کی حیثیت حاصل ہے۔ اسلامی معارف اور فقہی احکام کے لیے یہ نہایت اہم دستاویز ہے۔ ابن اثیر نے اپنی کتاب "جامع الاصول" میں لکھا ہے کہ شیعوں کی خاص بات یہ ہے کہ ان کے ہاں ہر صدی کے آغاز پر ان کے مذہب کا ایک مجدد پیدا ہوتا ہے چنانچہ دوسری صدی کے آغاز پر امام رضاؑ پیدا ہوئے ان کے بعد امام محمد تقی، امام علی نقی، امام حسن عسکریؑ کا زمانہ آیا اور ساتھ ہی احمد بن اسحاق قمی شیعہ مجتہد اور مجدد کے طور پر سامنے آئے۔ تیسری صدی کے اوائل میں محمد بن یعقوب کلینیؒ اپنے زمانہ کے بہت بڑے فقیہ اور مجتہد تھے۔ علم حدیث پر عبور کی وجہ سے انہیں "ثقۃ الاسلام" کا لقب دیا گیا۔ اہل تشیع اور اہل سنت کے ہاں ان کا بہت بڑا مقام ہے۔ دونوں مذاہب کے علماء نے ان کا تذکرہ اپنی کتب میں کیا ہے اور ان کی کتب سے راہنمائی بھی حاصل کی ہے۔ آپ کی ملاقات امام عصرؑ کے نوابین میں سے حسین بن روح کے ساتھ ہوئی۔ آپ کے دور کے دوسرے بڑے شیعہ مجتہد علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی ہیں جو قم میں وکیل آل محمدؐ کے طور پر جانے جاتے تھے۔

آپ کے شاگردوں میں ابن قولویہ، ابن ابی رافع، محمد بن ابراہیم نعمانی، احمد کاتب کوفی شامل ہیں۔

۷۔ محمد بن علی بن الحسین (۳۰۵ھ۔ ۳۸۱ھ)

شیخ کلینیؒ کے بعد شیخ صدوقؒ کی شخصیت شیعہ مجتہد کے طور پر سامنے آتی ہے۔ آپ کا اصلی نام محمد بن علی بن الحسین بابویہ قمی ہے۔ شیعہ فقہاء میں شیخ صدوق کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ آپ نے ۵۶۹۳ احادیث کے مجموعے کو "من لا یحضرہ الفقیہ" نامی کتاب کی صورت میں یکجا کیا۔ اس کے علاوہ دیگر کئی کتب بشمول "المقنع والھدایۃ بالخیر، علل الشرایع، الامالی، اکمال دین و اتمام نعمۃ" آپ کے نام سے منسوب ہیں۔ آپ ۳۰۵ھ میں قم میں پیدا ہوئے اور ۳۸۱ھ کو شہر ری، تہران میں وفات پائی اور شاہ عبدالعظیم حسنی کے روضۂ مبارک میں دفن ہوئے۔ آپ کا بچپن اور جوانی کے ابتدائی ایام (۳۰۵ھ سے ۳۲۹ھ) امام زمانہؑ کے دو نائبین حسین بن روح اور علی بن محمد سمری کا زمانہ بنتا ہے۔ آپ کی براہ راست کسی نائب سے ملاقات تو ثابت نہیں البتہ یہ یقینی امر ہے کہ آپ کی ملاقات ان علماء سے ضرور ہوئی جو حضرت امام حسن عسکریؑ، حضرت امام زمانہ (عج) اور امام زمانہؑ کے نائبین سے ملاقات کر چکے تھے۔ اس طرح آپ نے بھی عبادات کا طریقہ اپنے ماسلف سے لیا جنھوں نے اس طریقہ کو خود آئمہ اطہار علیہم السلام سے سیکھا تھا۔

آپ کے معروف اساتذہ: آپ کے معروف اساتذہ میں ابن بابویہ قمی (والد)، محمد بن علی استر آبادی، حمزہ (نواسہ حضرت زید بن امام علی زین العابدین)، عبدالواحد بن محمد نیشاپوری، محمد بن عمر جعابی شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ مفیدؒ، ہارون بن موسیٰ تلعکبری، حسین عبداللہ غضائری اور جعفر بن محمد بن موسیٰ بن قولویہ شامل ہیں۔ آپ ہی امام عصرؑ کی دعا سے پیدا ہوئے اور آپ کے والد کا رابطہ امام حسن عسکریؑ سے رہا جیسا کہ ہم سطور بالا میں بیان کر چکے ہیں۔ آپ کی کتاب شیعوں کی حدیث کی سب سے اہم چار کتابوں میں سے ایک ہے جو فقہ شیعہ کے اہم ترین ماخذ میں سے ہیں۔

دورِ غیبت کبریٰ

۳۲۹ ہجری میں غیبت کبریٰ کا دور شروع ہوتا ہے۔ غیبت صغریٰ میں موجود بعض شخصیات غیبت کبریٰ میں بھی موجود رہیں اور یہ سلسلۃ الذہب بغیر کسی انقطاع کے چلتا ہوا آج کے دور میں نجف اشرف اور قم المقدس کے موجودہ مراجع تقلید تک پہنچتا ہے، ذیل میں ہم سالوں کی ترتیب سے غیبت کبریٰ کے بعض اہم فقہاء و مجتہدین، مراجع تقلید اور بعض محدثین کا با ترتیب ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ جعفر بن محمد بن موسیٰ بن قولویہ (۲۲۴ھ۔ ۳۶۸ھ)

جعفر بن محمد بن موسیٰ بن قولویہ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور ان کے والد ابو مسلم نیک انسان تھے اور جناب سعد کے اصحاب میں سے تھے اور ابوالقاسم ان کے ثقہ اصحاب سے ہیں بلکہ ان میں سب سے جلیل القدر تھے اور سعد کی روایت اپنے والد اور بھائی کے واسطے سے بیان کرتے ہیں اور یہ کہتے تھے کہ میں نے سعد سے براہ راست صرف چار احادیث سنیں۔ جناب ابوالقاسم شیخ مفیدؒ

فقہ اہل بیت ، نسل در نسل پاکباز علماء کے توسط سے

کے استاد تھے۔ آپ کی ولادت ۳۲۴ ہجری میں قم میں ہوئی۔ آپ کی کتب میں کتاب مداوات الجسد، کتاب الصلوۃ اور کتاب جمعہ وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نے حضرت صاحب الزمان صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ کو عریضہ لکھا اور اپنی زندگی کی مدت کے متعلق پوچھا۔ یہ اس وقت ہوا جب حجرالاسود کو اپنی جگہ نصب کیا جا رہا تھا۔ قاصد نے کاغذ آپؑ کے حوالے کیا اور آپؑ نے کاغذ کو پڑھے بغیر ہی فرما دیا کہ کتنی عمر پائیں گے۔ یہ واقعہ علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار میں جلد غیبت امام میں مفصل تحریر کیا ہے۔ ان کے اساتذہ میں شیخ کلینیؒ، شیخ صدوقؒ، محمد بن حسین بن علی مہریاز اور ان کے شاگردوں میں شیخ مفیدؒ، احمد بن عبدون، حسین بن عبیداللہ غضائری شامل ہیں۔ اور آپ کی وفات ۳۶۸ھ میں کاظمین شریفین میں ہوئی۔ اور آپ کو وہیں امام موسیٰ کاظمؑ اور امام محمد تقیؑ کے حرم میں دفن کر دیا گیا۔ ابوالقاسم کا رابطہ ان علماء وفقہاء سے رہا جنھوں نے براہ راست آئمہ اطہار علیہم السلام اور ان کے اصحاب سے فقہی احکام وصول کیے یا ان کا رابطہ امام زمانہؑ کے ساتھ تھا جن سے انھوں نے کسب فیض کیا۔

۲۔ شیخ مفیدؒ (۳۳۶ھ۔ ۴۱۳ھ)

ابن قولویہ قمی کے بعد شیخ مفیدؒ شیعہ فقیہ کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ آپ کا اصل نام محمد بن محمد بن نعمان بن عبدالسلام الحارثی ہے۔ آپ محکم شیخ، فاضل پیشوائے قوم، بہترین گفتگو کرنے والے اور منفرد مناظر تھے۔ شیخ مفیدؒ ۳۳۶ ہجری سال میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۴۱۳ ہجری میں وفات پائی اور آپ کو کاظمین میں دفن کر دیا گیا۔ آپ نے تقریباً ۲۰۰ کتب تالیف فرمائیں جن میں سے چند معروف کتب المقنعہ، الافصاح، کنزالفوائد، الامالی، الاختصاص، الاعلام بما اتفقت علیہ الامامیہ من الاحکام ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں جعفر ابن قولویہ، ابن بابویہ قمی، شیخ صدوقؒ، ابن ولید قمی، ابوغالب رازی، ابن جنید اسکافی، حسین بن حمزہ علوی طبری، محمد بن احمد بن داؤد قمی شامل ہیں جبکہ آپ کے شاگردوں میں شیخ طوسیؒ، سید مرتضیٰ علم الھدیٰ، سید رضی، نجاشی، ابوالفتح کراجکی، سلار دیلمی، ابویعلی جعفری جیسی گراں قدر شخصیات شامل ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے بلاواسطہ شیخ صدوق سے استفادہ کیا اور آنے والے دور کے اہم ترین شیعہ فقہاء آپ کے شاگرد

رہے۔علاوہ ازیں جعفر ابن قولویہ کے توسط سے آپ کا سلسلہ ابن عقیل سے بھی ملتا ہے۔اس سے سلسلہ مجتہدین ومحدثین کے باہمی اتصال کا ثبوت ملتا ہے۔

۳۔سید رضی (۳۵۹ھ۔ ۴۰۶ھ)

آپ کا اصل نام ابوالحسن محمد بن حسین موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن امام جعفر صادق ہے۔ آپ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے بھائی تھے۔آپ ۳۵۹ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے۔سید رضی نے نہج البلاغہ کو مرتب کر کے شیعہ کتب فکر کے لیے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔آپ کے معروف ساتذہ میں شیخ مفیدؒ، ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی، ابوالحسن علی بن عیسیٰ ربعی وغیرہ شامل ہیں جبکہ آپ کے شاگردوں میں شیخ طوسیؒ، سید عبداللہ جرجانی، شیخ محمد حلوانی، شیخ جعفر دوریستی وغیرہ شامل ہیں۔ آپ ۴۰۶ ہجری میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔آپ کا مزار کاظمین میں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے حرم کے قریب واقع ہے۔

۴۔سید مرتضیٰ علم الہدیٰ (۳۵۵ھ۔ ۴۳۶ھ)

سید مرتضیٰ کی ولادت ۳۵۵ ہجری میں ہوئی۔آپ کا اصلی نام ابوالحسن علی بن حسین بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ ابن جعفر صادقؑ ہے۔آپ کو شیعہ فقہاء میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔آپ نے تین دہائیوں تک شیعہ مرجع کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔آپ نے اصول علم پر اپنی پہلی کتاب "الــدرایۃ" لکھی۔آپ کے اساتذہ میں شیخ مفیدؒ اور شیخ حسن بابویہ جیسی نامور شخصیات شامل ہیں۔سید مرتضیٰ کے معروف شاگردوں میں شیخ طوسی، قاضی عبدالعزیز حلبی (ابن البراج)، ابوالصلاح حلبی، ابوالفتح کراجکی کے نام سامنے آتے ہیں۔آپ کی وفات ۴۳۶ھ کو ہوئی۔آپ بغداد میں اپنے گھر میں دفن ہیں۔

۵۔شیخ ابوجعفر محمد حسن طوسی (۳۸۵ھ۔ ۴۶۰ھ)

سید مرتضیٰ اور سید رضی کے بعد شیخ طوسی کا دور آتا ہے۔شیخ طوسی ۳۸۵ ہجری میں

نقد اہل حدیث، نسل در نسل یا کبار علماء کے توسط سے

خراسان میں پیدا ہوئے۔آپ نے شیخ مفیدؒ اور سید مرتضیٰ کی شاگردی اختیار کی۔مومنین اپنے فقہی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔معروف شیعہ رجالی نجاشی ان کے ہم عصر تھے۔آپ کے نامور شاگردوں میں مفید ثانی (جن کا اصلی نام ابوعلی قاضی ہے)،ابن براج اور فتال نیشاپوری شامل ہیں۔آپ نے بغداد سے نجف منتقل ہو کر حوزہ علمیہ نجف کی داغ بیل ڈالی۔آپ نے بہت سی کتب تالیف کیں جن میں سے چند مشہور و معروف کتب کے نام یہ ہیں:المبسوط،تہذیب الاحکام،استبصار اختلف فیہ من الاخبار،النہایۃ،عدۃ الاصول،مسائل الاختلاف،تفسیر تبیان اور معرفۃ الرجال۔آپ نے ۴۶۰ ہجری میں وفات پائی اور امام علیؑ کے حرم کے قریب اپنے گھر میں دفن ہوئے۔اس وقت وہاں پر مسجد قائم ہے جس کا نام مسجد طوسی ہے۔آپ کا بہت بڑا علمی مرکز بغداد میں تھا۔وہاں پر فرقہ وارانہ فسادات ہوئے تو آپ کی کتب تک کو جلا دیا گیا۔اس حادثے کے بعد آپ نجف اشرف تشریف لے آئے اور وہاں پر باب مدینہ علم کے پاس حوزۂ علمیہ نجف اشرف کی بنیاد رکھی۔آپ کا یہ دینی تعلیمات کا مرکز حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے علمی مرکز کا احیاء تھا جسے آپ نے اپنی خلافت کے ایام میں نجف اشرف میں،حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کی قبر کے پاس اپنے خاص شاگردوں کے لیے قائم کیا تھا۔ شیخ طوسیؒ کے دور سے لے کر آج تک نجف اشرف مکتب اہل البیتؑ کی علمی نمائندگی کرتا چلا آرہا ہے۔شیخ طوسی علیہ الرحمۃ کو مؤسس حوزۂ علمیہ نجف اشرف کا اعزاز حاصل ہے۔آپ کا لقب شیخ الطائفہ ہے یعنی شیعہ مکتب کے سب سے بڑے عالم اور مرجع تقلید۔

۶۔قاضی عبدالعزیز حلبی (ابن البراج) (م:۴۸۱ھ)

شیخ ابوالقاسم عبدالعزیز بن نحریر بن عبدالعزیز بن البراج مصر میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وہیں پر حاصل کی پھر بغداد تشریف لے آئے۔ ۴۲۹ ہجری میں انھوں نے سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی شاگردی اختیار کی اور جلد ہی ان کے خاص شاگردوں میں شمار ہونے لگے۔ان کی رحلت کے بعد شیخ الطائفہ یعنی شیخ طوسی کی شاگردی اختیار کی۔یہاں تک کہ شیخ نے انھیں شام میں اپنا نمائندہ مقرر

کر دیا جہاں پر وہ فقاہت کے بلند منصب پر پہچانے گئے۔ ۴۳۸ ہجری میں ان کو طرابلس کا قاضی بنا دیا گیا۔ ابوالفتح کراچکی بھی ان کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ انھوں نے سید مرتضیٰ اور شیخ کراچکی سے روایت کی ہے۔ روایت میں ابن براج کے شاگردوں میں شیخ عبدالجبار مفید رازی کو شہرت حاصل ہوئی جو "رے" میں امامیہ مسلک کے اکابر فقہاء اور مراجع میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ بھی اس دور کے بڑے بڑے علماء نے ان سے روایت کی ہے۔ ابن براج نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں الجواھر، المعالم، المنھاج، الکامل، روضۃ النفس فی احکام العبادات، المقرب المھذب، الموجز، حسن التصریف زیادہ مشہور ہیں۔ آپ ۴۸۱ ہجری میں ۸۰ سال کی عمر میں طرابلس میں چل بسے اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ وہیں پر دفن کیا گیا۔

۷۔ مفید رازی (م: چھٹی صدی ہجری کے اوائل)

ابوالوفا عبدالجبار مفید رازی پانچویں صدی ہجری کے ممتاز ترین فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ نیشاپور میں پیدا ہوئے بعد ازاں "رے" میں مقیم ہو گئے۔ مفید رازی، قاضی ابن البراج، شیخ سلار بن عبدالعزیز دیلمی، شیخ جعفر بن محمد دوریستی، شیخ نجاشی (صاحب رجال) اور شیخ طوسی کے شاگردوں میں سے تھے۔ انھوں نے شیخ طوسی کی تمام تصنیفات و تالیفات خود شیخ سے روایت کیا ہے۔ شیخ مفید رازی کے معروف شاگردوں میں سید فضل اللہ راوندی، رشید الدین علی بن زیرک قمی اور ابو ہاشم مجتبیٰ بن حمزہ شامل ہیں جنھوں نے ان سے روایت بھی کی ہے۔ فقہ میں ان کی بہت سی تالیفات ہیں۔ انھوں نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں لکھا۔ شیخ ابوالفتوح رازی نے ان کی تمام کتابوں کو خود ان سے روایت کیا ہے۔ ان کی پیدائش اور وفات کے سال معلوم نہیں ہو سکے۔ خیال یہ ہے کہ وہ چھٹی صدی ہجری کے شروع میں فوت ہوئے۔

۸۔ سید فضل اللہ راوندی (۴۸۳ھ۔ ۵۰۲ھ)

ابوالرضا سید ضیاء الدین فضل اللہ راوندی کا شمار چھٹی صدی ہجری کے ممتاز ترین فقہاء میں ہوتا ہے۔ وہ عظیم فقیہ ہونے کے علاوہ محدث بھی تھے۔ ان کی علمی اور روحانی عظمتوں کا اعتراف شیعہ اور سنی علماء نے کیا ہے۔ سنی علماء میں سمعانی اور عماد کاتب نے ان کے حضور کاشان میں زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اسلامی اصول وفروع میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ قادرالکلام شاعر بھی تھے۔ عبدالجلیل قزوینی اور شیخ منتجب الدین رازی جو بزرگ شیعہ علماء میں شمار ہوتے ہیں ان کے ہمعصر تھے۔ ان کی کتابوں میں ضوء الشهاب در شرح شهاب الاخبار، رسالة ذهبيه، نوادر در تفسیر، اربعین در احادیث الکافی در تفسیر و ادعیه السر طب رضوی اور موجز وعروض در علم قافیه کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

سید فضل اللہ شیخ ابوعلی طوسی (مفید ثانی) کے شاگردوں میں سے تھے اور ان سے نقل روایت بھی کرتے ہیں۔ معروف عالم قطب راوندی، سید مجتبیٰ رازی اور ان کے بھائی سید مرتضیٰ علوی رازی بھی ان کے ہمعصر تھے۔

ابن شہر آشوب مازندرانی، منتجب الدین رازی اور شیخ محمد طوسی (خواجہ نصیر الدین طوسی کے والد) مکتب سید راوندی کے شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے روایت بھی کرتے ہیں۔ ان کی تاریخ ولادت ۴۸۳ ہجری اور وفات ۵۰۲ ہجری بتائی جاتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ چھٹی صدی ہجری کے وسط میں قطب راوندی سے پہلے کاشان میں وفات پائی۔

۹۔ مفید ثانی (م: ۵۱۵ھ)

شیخ ابوعلی طوسی جو مفید ثانی کے نام سے مشہور تھے، شیخ الطائفہ شیخ طوسی کے فرزند تھے۔ آپ کا شمار پانچویں ہجری کے اواخر اور چھٹی ہجری کے اوائل کے مراجع میں ہوتا ہے۔ مفید ثانی ایک کامل استاد، متبحر عالم اور محدث تھے۔ آپ علم فقہ اور علم رجال میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی عمر کا زیادہ عرصہ نجف اشرف میں تدریس کرتے ہوئے گزرا۔ آپ کی مشہور تالیفات میں شرح النهاية، امالی، والمرشد (الی سبیل المتعبد) وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے شاگردوں میں شیخ طبرسی اور ابن زہرہ جیسے نابغۂ روزگار شامل تھے۔ آپ کی وفات ۵۱۵ھ میں ہوئی اور آپ کا

مدفن نجف اشرف میں ہے۔

۱۰۔ شیخ طبرسی (۴۶۰ھ۔ ۵۴۸ھ)

آپ ۴۶۰ ہجری میں بیہق (ایران) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصلی نام ابوعلی فضل بن حسن بن فضل طبرسی ہے۔ شیخ طبرسی نے معروف تفسیر "مجمع البیان" تالیف کی۔ یہ شیعہ کتب فکری معروف ترین تفاسیر میں سے ایک ہے۔ شیخ کے معروف اساتذہ میں شیخ طوسی کے فرزند شیخ ابوعلی طوسی (جنھیں مفید ثانی کہا جاتا ہے)، موفق الدین بکرآبادی، حسن بن حسین بن بابویہ قمی، شیخ مفیدؒ کے شاگرد ابوعبداللہ جعفر بن محمد دوریستی اور عبداللہ بیہقی شامل ہیں جبکہ آپ کے شاگردوں میں محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی، ضیاء الدین سید فضل اللہ راوندی، قطب الدین راوندی اور منتجب الدین صاحب کے نام سرفہرست ہیں۔ آپ نے ۵۴۸ ہجری میں مشہد میں وفات پائی اور آپ کو امام رضا کے حرم کے شرقی دروازہ کے قریب دفن کیا گیا۔

۱۱۔ عبدالواحد بن تمیمی آمدی (۵۱۰ھ۔ ۵۵۰ھ)

آپ ۵۱۰ ہجری میں عراق کے علاقے آمد میں دریائے دجلہ کے کنارے پیدا ہوئے۔ انھوں نے امام علیؑ کے فرمودات پر مشتمل ایک کتاب "غرر الحکم و درر الکلم" لکھی ہے۔ نہج البلاغہ کے بعد ان کی اس کتاب کو شیعہ کتب فکر میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ آپ نے ۵۵۰ ہجری میں وفات پائی اور نجف میں حضرت علی علیہ السلام کے روضہ مبارک میں دفن ہوئے۔ آپ کے معروف اساتذہ میں شیخ طوسی کا نام سرفہرست ہے۔ جبکہ آپ کے شاگردوں میں ابن شہر آشوب قابل ذکر ہیں۔

۱۲۔ قطب راوندی (م: ۵۷۳ھ)

ابوالحسن سعید بن ہبۃ اللہ المعروف قطب راوندی کا شمار چھٹی صدی ہجری کے بزرگ شیعہ علماء و محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ ایک کامل استاد، متبحر عالم، مفسر، محدث، حکیم، کم نظیر فقیہ اور

نقد اہل حدیث بہ نسل در نسل یا بہ بعض علماء کے توسط سے

مرجع تھے۔ان کی تالیفات کو دنیائے علم و دانش میں بہت اہمیت حاصل ہے۔تمام شیعہ علماء ان کا ایک عظیم شیعہ عالم اور موثق فقیہ کی حیثیت سے احترام کرتے ہیں۔ان کا شمار مفید ثانی، شیخ طبرسی، سید مجتبیٰ رازی اور سید مرتضیٰ رازی کے ممتاز شاگردوں میں ہوتا ہے۔چھٹی صدی ہجری ہی کے نامور عالم اور مصنف محمد بن شہر آشوب اپنی کتاب "معالم العلماء" میں قطب راوندی کو اپنے عظیم اساتذہ میں شمار کرتے ہیں اور ان کی بہت تجلیل و توصیف کرتے ہیں۔ان کی اہم کتابوں میں خلاصه التفاسير (۱۰ جلدیں)، مغنی در شرح نهایه (۱۰ جلدیں)، مستقصی در شرح ذریعه سید مرتضیٰ (۳ جلدیں)، شرح نهج البلاغه (۲ جلدیں)، فقه القرآن، اسباب نزول، قصص الانبیاء، خرایج و الجرائح، احکام الاحکام در شرح آیات الاحکام، جواهر الاحکام، رساله الفقهاء، رایع در احکام شرایع معارج شرح خطب مولا، منهاج البراعه شرح نهج البلاغه، تهافت الفلاسفه اور جواهر الاحکام کا نام لیا جا سکتا ہے۔ان کی ولادت کا سال معلوم نہیں۔انھوں نے ۱۴ شوال ۵۷۳ ہجری میں وفات پائی۔

۱۳۔شیخ منتخب الدین رازی (۵۰۴ھ۔۵۸۵ھ)

ابوالحسن علی بن عبیداللہ جو شیخ منتخب الدین رازی کے نام سے مشہور تھے، کا شمار چھٹی صدی ہجری کے بزرگ ترین اساتذہ میں ہوتا ہے۔آپ ابن بابویہ قمی کی اولاد میں سے ہیں جنھیں امام حسن عسکری نے دعا دی تھی کہ "اللہ آپ کو اپنی رضائیں نصیب کرے اور آپ کی اولاد میں سے صالحین قرار دے۔" آپ کے اساتذہ میں ابوالفتح رازی (آپ کے والد)، سید راوندی، قطب راوندی، سید مجتبیٰ رازی، امین الدین شیخ طبرسی، عماد الدین طبری اور دیگر اساتذہ شامل ہیں۔آپ کی ولادت ۵۰۴ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی وفات ۵۸۵ھ میں ہوئی۔

۱۴۔ابن زہرہ (۵۱۱ھ۔۵۸۵ھ)

ابوالمکارم عز الدین حمزۃ بن علی جو ابن زہرہ کے نام سے مشہور ہیں، چھٹی صدی ہجری کے

مراجع میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۵۱۱ھ میں ہوئی۔ انھوں نے مفید ثانی سے زیادہ استفادہ کیا۔ آپ ابن شہر آشوب کے ہم عصر تھے۔ آپ کے شاگردوں میں فقیہ اسلام ابن ادریس حلی کا نام آتا ہے۔ آپ کی تالیفات میں غنیۃ النزوع، قبس الانوار جیسی کتابیں شامل ہیں۔ آپ کی وفات حلب میں ۵۸۵ھ میں ہوئی۔

۱۵۔ابن شہر آشوب مازندرانی (م:۵۸۸ھ)

ابو جعفر محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی جو ابن شہر آشوب کے نام سے مشہور ہیں کا شمار چھٹی صدی ہجری کے ممتاز ترین فقہاء میں ہوتا ہے۔ آپ ایک دانشمند، فقیہ، مفسر، محقق اور محدث تھے۔ ابن شہر آشوب کے اساتذہ میں ان کے والد شیخ علی، واعظ نیشاپوری، شیخ ابو علی فضل بن حسن تفرشی، ابو منصور طبرسی، قاضی سید تاج الدین آمدی، ابو الفتوح رازی، عبد الجلیل رازی قزوینی، سید ضیاء الدین فضل اللہ راوندی کاشانی، قطب الدین راوندی، ابوالحسن علی بن ابوالقاسم بیہقی اور ابن زہرہ شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں علامہ سید محمد بن زہرہ حلبی، شیخ جمال الدین ابوالحسن علی بن شعرہ حلی جامعانی، شیخ تاج الدین حسن بن علی دربی، شیخ یحییٰ بن محمد سوراوی، یحییٰ بن ابو طی حلبی اور سید کمال الدین حیدر حسینی شامل ہیں۔ ان کے دادا شہر آشوب مازندرانی پانچویں صدی ہجری کے ممتاز علماء میں سے تھے اور شیخ طوسی کے شاگرد تھے۔ آپ کی بہترین کتب میں مناقب و معالم العلماء، مثالب و النواصب، اعلام الطریق، حقائق مکنون، قواعد عالیہ، محکم و متشابہ قرآن اور اسباب نزول قرآن شامل ہیں۔ آپ شب جمعہ ۵۸۸ھ کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔

۱۶۔ابن ادریس حلی (۵۴۳ھ۔۵۹۸ھ)

ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ادریس جو ابن ادریس کے نام سے معروف ہیں چھٹی صدی ہجری کے اواخر کے مراجع میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ بہت بڑے محقق اور فقہی امور میں گہری نظر رکھنے

فقہ اہل بیت، نسل در نسل، بزرگ علما کے توسط سے

والے عالم تھے۔ ابن ادریس وہ پہلے فقیہ ہیں، جنھوں نے شیخ طوسی کے بعد فقہ شیعہ کے ارتقا میں بہت نمایاں کردار ادا کیا۔ فقہ میں ان کی کتاب "سرائر" کا بہت بڑا مقام ہے۔ ان کی پیدائش ۵۴۳ھ اور وفات ۵۹۸ھ میں ہوئی۔ ایک قول کے مطابق آپ شیخ طوسی کے نواسے تھے۔
ابن ادریس حلی کے اساتذہ میں ابن زہرہ، محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی، عبداللہ بن جعفر دوریستی، شیخ ابوعلی طوسی (فرزند شیخ طوسی) وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے شاگردوں میں نجیب الدین محمد بن نما، سید فخار موسوی، محقق حلی، علی بن یحیٰ خیاط، احمد بن مسعود اسدی، علی بن ابراہیم علوی عریضی، شیخ جعفر بن نما، حسن بن یحیٰ بن سعید حلی، جعفر بن احمد حائری شامل ہیں۔ ان کے شاگردوں میں محقق حلی نے بہت نام پیدا کیا۔

۱۷۔ یحیٰ بن بطریق (م: ۶۰۰ھ)

یحیٰ بن حسن بن حسین بن محمد بن بطریق ۵۲۳ ہجری میں عراق کے شہر حلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان حلہ کے مشہور شیعہ خاندانوں میں سے تھا۔ اس خاندان نے بڑے بڑے علماء اور فقہاء پیدا کیے ہیں۔ یحیٰ بن بطریق ایک عظیم عالم، محدث اور فقیہ تھے۔ بزرگ علماء نے انھیں "مرجع مردم" اور "مفتی آلِ رسولؐ" جیسے القاب دیے ہیں۔ ان کے اساتذہ میں محمود بن علی حمصی، محمد بن شہر آشوب اور عماد الدین طبری شہرت رکھتے ہیں۔ آپ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول اور تاریخ کی تدریس میں مشغول رہے۔ آپ کے شاگردوں اور راویوں میں سید فخار موسوی، علی بن یحیٰ (آپ کے فرزند)، علی بن یحیٰ خیاط، سید محمد بن معد موسوی، سید محمد بن عبداللہ بن زہرہ، سید نجم الدین ابی الہاشم العلوی، محسن بن ابراہیم بن مزروم، مجد الدین ابوالمکارم احمد بن الحسین بن علی ابی المغانم مشہور ہیں۔ ابن بطریق کی یہ کتب شہرت رکھتی ہیں: عمدہ عیون صحاح الاخبار فی مناقب امام الابرار، المستدرک المختار فی مناقب وصی المختار، خصائص الوحی المبین فی مناقب امیر المومنینؑ، اتفاق صحاح الاثر فی امامہ الائمہ الاثنی عشر، تصفح الصحیحین فی تحلیل المتعتین، الرد علی اهل النظر فی تصفح ادلہ القضاء والقدر، عیون الاخبار

رجال الشیعہ اور المناقب۔ ابن بطریق نے حدیث کی تحقیق کے لیے طویل سفر کیے اور نامور شیعہ سنی علماء سے استفادہ کیا۔ آخر کار آپ ۶۰۰ ہجری میں شہر حلہ میں ۷۷ برس کی عمر میں دیار آخرت کو سدھارے اور وہیں دفن ہوئے۔

۱۸۔ سدید الدین حمصی (م: ۶۰۲ھ)

محمود بن علی بن حسن حمصی چھٹی صدی ہجری کے بزرگ شیعہ علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کو سدید الدین حمصی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ فقہ، حدیث، رجال اور علم کلام میں مہارت رکھتے تھے اور اپنے زمانے کے عظیم علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی زیادہ شہرت علم کلام میں ہے۔ آپ کو شیخ الفقہاء بھی کہا جاتا ہے۔ آپ ان شیعہ فقہاء میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے لمبی عمر پائی اور آپ کے بعد فوت ہوئے۔ آپ کے معروف شاگردوں میں شیخ منتجب الدین اور شیخ فخر الدین رازی (صاحب تفسیر کبیر) بھی شامل ہیں۔ اصول فقہ، کلام اور تقلید جیسے موضوعات پر آپ کی کئی ایک کتب ہیں۔ زیادہ شہرت علم کلام میں آپ کی کتاب تعلیق کبیر اور تعلیق صغیر کو حاصل ہے۔ آپ سن ۶۰۲ ہجری میں فوت ہوئے۔

۱۹۔ ورام بن ابی فراس (م: ۶۰۵ھ)

ورام بن ابی فراس چھٹی اور ساتویں ہجری کے بلند مرتبہ علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ حلہ میں پیدا ہوئے۔ حلہ کئی صدیوں تک تشیع اور فقاہت کا مرکز رہا۔ ورام بن ابی فراس ننھیالی حوالے سے سید رضی الدین بن طاؤس کے جد ہیں۔ خود ان کا تعلق قبیلہ بنی حمدان سے ہے اور سلسلۂ نسب حضرت مالک اشتر نخعی سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد جلیل القدر فقیہ تھے۔ آپ کے بھائی شیخ مجیر الدین جعفر بن ابی فراس بھی اپنے زمانے کے معروف فقہاء میں سے تھے۔ آپ کی زوجہ شیخ طوسی کی اولاد میں سے تھیں۔ آپ ایک زاہد و متقی انسان تھے۔ آپ کے اساتذہ میں سید ابوالحسن عریضی اور سدید الدین محمود حمصی کے اسماء شامل ہیں۔ محمد بن جعفر معروف بہ ابن مشہدی کا نام آپ کے شاگردوں میں شہرت رکھتا ہے، آپ کی مشہور ترین کتاب تنبیہ الخواطر و نزھة

فقہ اہل بیت نسل در نسل با کمال علما کے توسط سے

الواظو ہے جو بحارالانوار کے مأخذ میں سے بھی ہے۔ مسألہ فی المواسعه والمضایقه بھی آپ کی کتب میں شامل ہیں۔ شیخ ورام بن ابی فراس ۶۰۵ ہجری میں حلہ میں فوت ہوئے اور انھیں وہیں دفن کیا گیا۔

۲۰۔ شاذان بن جبرئیل (م: ۶۱۵ھ)

ابوالفضل سدید الدین جو شاذان کے نام سے مشہور ہیں چھٹی صدی ہجری کے معروف علماء میں شمار ہوتے ہے۔ آپ قدیم محدثین شیعہ میں سے ہیں۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ مکہ اور مدینہ میں گزرا۔ آپ کی تالیفات میں کتاب الفضائل، الروضة فی فضائل امیر المومنینؑ، ازاحة العلة فی معرفة القبلۃ اور تحفة المؤلف الناظم و عمدة المكلف الصائم شامل ہیں۔ شیخ حر عاملی انھیں ایک عالم فاضل اور عظیم فقیہ کے طور پر یاد کرتے ہیں اور ان کی کتاب "فضائل درمناقب آل رسول علیهم السلام" کی بھی بہت تعریف کرتے ہیں۔ آپ کا ذکر مرحوم طبری (صاحب کتاب بشارة المصطفیٰ) کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ آپ کے والد کا شمار قم کے شیعہ محدثین میں ہوتا ہے۔ آپ ایران، عراق اور جزیرۃ العرب میں احادیث کی جمع آوری میں سرگرم رہے۔ آپ کا شمار چھٹی صدی ہجری کے اواخر اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل کے علما میں ہوتا ہے۔ آپ نے ۶۱۵ ہجری میں وفات پائی۔

۲۱۔ شیخ محمد بن نما الحلی (۵۶۷ھ۔ ۶۴۵ھ)

شیخ ابوابراہیم محمد ابن الشیخ جعفر بن ہبۃ اللہ بن نما الحلی الاسدی جو ابن نما کے نام سے مشہور ہیں ۵۶۷ ہجری میں عراق کے شہر حلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد کے علاوہ ابو شیخ جعفر، شیخ محمد بن احمد بن ادریس حلی اور شیخ محمد بن جعفر المشہدی کے سامنے زانوائے تلمذ تہ کیا۔ آپ کے معروف شاگردوں میں شیخ جعفر بن محمد حلی جو محقق حلی کے نام سے مشہور ہیں کے علاوہ شیخ یوسف حلی جو علامہ حلی کے والد ہیں بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے مسند تلامذہ میں نجلاء شیخ جعفر،

شیخ احمد، سید علی بن طاؤوس، سید احمد بن طاؤوس، شیخ محمد بن احمد الحسینی اور شیخ یحیٰی بن سعید حلی کے نام بھی آتے ہیں۔ شیخ کرکی نے آپ کو فقہ اہل بیت کے فقہ سعید کا لقب دیا ہے۔ آپ کی معروف کتابوں میں مثیر الاحزان و مثیر سبل الاشجان شامل ہیں۔

آپ نے ۶۴۵ ہجری میں وفات پائی اور نجف اشرف میں دفن ہوئے۔

۲۲۔ سید ابن طاؤوس (۵۸۹ھ۔ ۶۶۴ھ)

سید رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاؤوس حسنی حسینی سادات میں سے تھے۔ شیخ طبری ثانی کے بعد شیعہ فقہاء میں سید بن طاؤوس کا نام آتا ہے۔ آپ عراق کے شہر حلہ میں ۵۸۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ ورام بن ابی فراس کی صاحبزادی تھی جو بزرگ علماء امامیہ میں سے تھے اور شیخ طوسی کے پوتے تھے۔ آپ کی معروف کتب میں کشف المحجہ، اللھوف، مصباح الزائر اور مجمع الدعوات شامل ہیں۔ سید بن طاؤوس نے شیخ طبری ثانی، ابن عاقمی، اپنے باپ اور نانا سے بھی علم حاصل کیا۔ ۶۶۱ھ میں علویوں نے انھیں اپنا سربراہ منتخب کرلیا۔ آپ کے شاگردوں میں سید بدر الدین حلی، علامہ حلی، حسین بن داؤد حلی شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۶۶۴ ہجری میں بغداد میں ہوئی۔ آپ کو حرم امیر المومنینؑ میں دفن کیا گیا۔

۲۳۔ خواجہ نصیر الدین طوسی (۶۵۷ھ۔ ۶۷۲ھ)

محمد بن محمد بن حسن طوسی رصدی جو خواجہ نصیر الدین طوسی کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے زمانے کے بلند پایہ فقیہ اور محقق تھے۔ آپ کی ولادت ۶۵۷ ہجری میں ہوئی۔ آپ کے آثار و تالیفات میں تجرید العقاید، روضۃ القلوب، اثبات الجوهر، خلافت نامه، شرح اصول کافی، رسالة في الامامة، آداب المتعلمین، اثبات بقاء نفس اور کتاب الکل وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں نور الدین علی بن محمد شیعی، محمد حاسب، عبداللہ بن حمزہ، امام سراج الدین اور فرید الدین داماد نیشاپوری شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں جمال الدین حسن بن یوسف مطہر حلی، کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی، محمود بن مسعود بن مصلح شیرازی جو قطب

الدین شیرازی کے نام سے مشہور ہیں، کمال الدین عبدالرزاق شیبانی بغدادی، سید رکن الدین استرآبادی، ابراہیم حموی جوینی، اثیر الدین اومانی، مجد الدین طوسی اور مجلد الدین مراغی شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۶۷۲ ہجری میں ہوئی۔

۲۴۔ شیخ ابوالقاسم جعفر بن حسن (محقق حلی) (۶۰۲ھ۔۶۷۶ھ)

شیخ ابوالقاسم جعفر بن حسن بن یحییٰ بن سعید حلی جو محقق کے نام سے معروف ہیں، ۶۰۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار اپنے زمانے کے ممتاز ترین فقہاء میں ہوتا ہے۔ آپ فقہ کی بہت سی کتابوں کے مؤلف ہیں جن میں شرایع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام، معارج الاحکام در اصول فقه، المعتبر فی شرح المختصر اور النافع فی مختصر الشرائع وغیرہ شامل ہیں۔ ابن زہرہ اور ابن ادریس محقق حلی کے استاد ہیں۔ علم فقہ میں کسی کو ان سے مقدم نہیں سمجھا جاتا۔ فقہاء کی زبان میں جب مطلق طور پر لفظ ''محقق'' استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد ''محقق حلی'' ہوتے ہیں۔ عظیم فلسفی اور ریاضی دان خواجہ نصیر الدین طوسی نے ان سے حلہ میں ملاقات کی اور آپ کے درس فقہ میں حاضر ہوئے۔ محقق کی کتاب شرایع الاسلام طویل عرصہ تک فقہ کی ایک درسی کتاب کے عنوان سے علمی مراکز میں چلی آرہی ہے اور بہت سے فقہاء نے اس کی شرح کی اور اس پر حاشیے لکھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ۴۰۰ سے زیادہ نامور مجتہدین کے استاد ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں علامہ حلی (آپ کی بہن کے بیٹے)، ابن داؤد حلی، سید جلال الدین محمد بن علی بن طاؤس، عز الدین حسن ابی طالب یوسفی (صاحب کشف الرموز فی شرح النافع)، مختصر الدین محمد حلی بن علامہ حلی اور رضی الدین علی بن یوسف حلی (علامہ حلی کے بھائی) شامل ہیں جبکہ آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد شمس الدین حسن حلی، ابن زہرہ، محمد بن جعفر حلی، شیخ الشرف شمس الدین ابو علی فخار بن معد موسوی اور تاج الدین حسن بن علی بن دربی شامل ہیں۔

تاریخ میں ہے کہ خواجہ نصیر الدین طوسی جب ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے چاہا کہ خواجہ کے احترام میں درس کہنا بند کردیں لیکن خواجہ طوسی نے اصرار کیا کہ وہ اپنے درس کا سلسلہ جاری رکھیں۔

محقق حلی ۶۷۶ ہجری بروز بدھ ۷۴ سال کی عمر میں تالیف و تصنیف اور شاگردوں کی تربیت کرتے ہوئے بالآخر اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

۳۵۔ ابن میثم بحرانی (۶۳۶ھ۔ ۶۹۹ھ)

کمال الدین میثم بن میثم بحرانی جو ابن میثم بحرانی کے نام سے مشہور ہیں ۶۳۶ ہجری میں بحرین میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک ادیب، فقیہ اور فلسفی تھے۔ انھوں نے فلسفے کی تعلیم خواجہ نصیر الدین طوسی سے حاصل کی۔ بعض کا کہنا ہے کہ فقہ کی تعلیم خواجہ نے ابن میثم بحرانی سے حاصل کی۔ اس لحاظ سے دونوں ایک دوسرے کے استاد بھی تھے اور شاگرد بھی۔ علامہ ابن میثم نے نہج البلاغہ کی شرح لکھی ہے۔ فلسفی نقطہ نظر سے ان کی شرح کو بہترین قرار دیا جاتا ہے۔ حال ہی میں یہ شرح پانچ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ صاحب الذریعہ نے لکھا ہے کہ ان کی وفات ۶۹۹ ہجری میں ہوئی۔ فقہ و فلسفہ کے علاوہ عرفان، سیاست، کلام اور ادبیات میں بھی ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ مختلف علوم میں ان کی مہارت اور خدمات کے پیش نظر بعض علما انھیں دائرۃ المعارف قرار دیتے ہیں۔ ان کی دیگر تصانیف میں الشرح الصغیر، الشرح الوسیط، منہاج العارفین فی شرح کلمات امیر المومنینؑ شامل ہیں۔ علم کلام میں ان کی دو کتابیں شہرت رکھتی ہیں۔ ایک قواعد المرام فی علم الکلام اور دوسری النجدۃ فی القیامۃ فی تحقیق امر الامامۃ۔ نہج البلاغہ پر ان کی معروف شرح کا نام مصباح السالکین ہے جو شرح کبیر کہلاتی ہے۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ جمال الدین علی بن سلیمان بحرانی، شیخ اسعد بن عبدالقادر اصفہانی بھی شامل ہیں۔ ان کے شاگردوں میں علامہ حسن بن یوسف المطہر حلی، سید عبدالکریم بن احمد بن طاؤس اور شیخ محمد بن الجہم اسدی کا تعلق حلہ سے ہے جنھیں حوزۂ علمیہ حلہ کے ارکان سمجھا جاتا ہے۔ شیخ عبداللہ صالح البحرانی بھی ان کے نامور شاگردوں میں سے ہیں۔

۲۶۔علامہ حلی (۶۴۸ھ۔ ۷۳۶ھ)

سید ابن طاؤس کے بعد علامہ حلی شیعہ مرجع وفقیہ کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔آپ ۶۴۸ ہجری میں عراق کے شہر حلہ میں پیدا ہوئے۔آپ کا اصل نام جمال الدین حسن بن یوسف بن علی بن مطہر حلی ہے۔آپ اپنے ماموں محقق حلی کے شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ علامہ سید بن طاؤس، خواجہ نصیر الدین طوسی اور ابوالحسن میثم بحرانی کے شاگرد رہے۔آپ کے شاگردوں میں فخر المحققین (بیٹا)، ابوالحسن رندی، قطب الدین رازی اور سید احمد بن ابراہیم زہرہ جیسی معتبر شخصیات شامل ہیں۔آپ ۷۰۲ ہجری سے ۷۳۶ھ تک ایران کے سلطان خدابندہ کی دعوت پر ایران تشریف لائے اور دوسرے مسالک کے علماومشائخ سے مناظرے کیے۔آپ ہی کی بدولت سلطان بندہ شیعہ ہوگیا اور اس نے بہت سے مدارس تعمیر کروائے اور اس طرح ایران میں شیعہ مسلک کی تبلیغ وترویج کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ان کی کئی کتب آج بھی حوزہ علمیہ قم اور نجف میں پڑھائی جاتی ہیں۔ان کی چند اہم تصنیفات "صد کتاب"، "تذکرۃ الفقہا"، "ارشاد الاذہان الی احکام الایمان"، تبصرۃ المتعلمین فی احکام الدین"، "تحریر الاحکام الشریعہ" اور "کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد" ہیں۔آپ نے ۷۳۶ ہجری میں وفات پائی۔

۲۷۔فخر المحققین (۶۸۲ھ۔ ۷۷۱ھ)

فخر المحققین کا نام محمد تھا آپ کے والد علامہ حلی تھے جن کا نام حسن بن یوسف تھا۔گویا ایک بہت بڑے باپ کے بیٹے تھے۔ ۶۸۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۷۱ھ میں وفات پائی۔شہید اول جیسے عظیم شاگرد دنیائے علم کو دیے۔آپ کے والد آپ کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔آپ کی کتابوں میں ایضاح الفوائد فی حل مشکلات القواعد،تحصیل النجاۃ، جامع الفوائد فی شرح خطبۃ القواعد،حاشیہ ارشاد الاذہان علامہ، حاشیہ قواعد علامہ، شرح مبادی

الاصول علامہ، شرح نہج المسترشدین علامہ، غایۃ الشمول فی شرح تہذیب الاصول علامہ، الکافیۃ الوافیۃ اور منبع الاسرار شامل ہیں۔

۲۸۔ شہید اول (۷۳۴ھ۔ ۷۸۶ھ)

آپ کا اصلی نام شمس الدین محمد بن مکی عاملی ہے۔ شہید اول لبنان کے شہر جزین جبل عامل میں ۷۳۴ھ میں پیدا ہوئے آپ نے سات دنوں کی قلیل مدت میں کتاب لمعہ تالیف کی جو شیعہ مذہب میں فقہ کی نہایت اہم کتاب ہے اور جسے گزشتہ پانچ صدیوں سے مدارس میں پڑھایا جا رہا ہے۔ آپ اپنے زمانے کے مرجع تھے۔ آپ نے کتاب لمعہ اس وقت لکھی جب آپ زندان میں تھے اور آپ کے پاس صرف علامہ حلی کی کتاب النافع تھی۔ آپ کی یہ کاوش ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔ آپ کی دیگر کتب میں الالفیہ فی فقہ الصلوۃ، النفلیہ، اللمعۃ الدمشقیہ، الدروس الشرعیہ فی فقہ الامامیہ، البیان در فقہ، الذکری در فقہ امامیہ، الأربعون حدیثا (چھل حدیث) شامل ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں ابن مغنہ فخر المحققین اور قطب الدین رازی شامل ہیں جو علامہ حلی کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے جبکہ آپ کے شاگردوں میں شیخ جمال الدین، احمد بن نجار اور جمال الدین حسین شامل ہیں۔ آقا بزرگ تہرانی نے ابن فہد حلی کو بھی اُن کے شاگردوں میں شمار کیا ہے تاہم اس میں شک نہیں کہ ابن فہد حلی نے شہید اول کے صاحبزادے ضیاء الدین ابوالقاسم علی بن محمد مکی سے اجازہ روایت حاصل کیا۔ آپ نے دمشق میں ۷۸۶ھ میں شہادت پائی۔

۲۹۔ حسن بن محمد دیلمی (م: اواخر قرن ہشتم)

آپ کا تعلق سرزمین دیلم سے ہے۔ آپ کا نام حسن اور والد کا نام محمد ہے۔ آپ کی ولادت کی تاریخ معلوم نہیں۔ چونکہ آپ کی زیادہ تر زندگی آٹھویں صدی ہجری میں گزری ہے اس لیے آپ کو آٹھویں صدی ہجری کے علماء میں لکھا گیا ہے۔ حسن دیلمی کی زندگی کے بارے میں علماء نے جو کچھ لکھا ہے اس میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

فقہ اہل بیت نسل در نسل با کمال علمائے توسط سے

آپ کے نام سے ملتی جلتی ایک شخصیت چوتھی صدی ہجری میں بھی گزری ہے جو شیخ مفیدؒ کے معاصر تھے اور جن کی تالیف تفسیر الکبیر کے نام سے مشہور ہے۔ اس لحاظ سے بہت سارے منابع اور مدارک میں یہ آیا ہے کہ دیلمی کے اساتیذ میں فخر المحققین (م: ۷۷۱ھ) اور شہید اول (م: ۷۸۶ھ) شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ ابوالعباس بن فہد حلی اور شیخ محمد جیلانی شامل ہیں۔ حسن دیلمی نے سب سے پہلے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی جو اپنے دور کے بڑے عالم تھے۔ آپ اپنے دور کے معروف واعظ اور جامع شخصیت تھے، تواضع انکساری میں مشہور تھے، عارف مسلک تھے اور شاعر اہل بیتؑ بھی تھے۔ آپ کی ایک کتاب "ارشاد القلوب الی الصواب المنجی من عمل بہ من الیم العقاب" آج بھی مدارس دینی میں پڑھائی جاتی ہے۔ علامہ مجلسیؒ نے آپ کو شیخ عارف کے نام سے یاد کیا ہے اور آپ کی کتاب "ارشاد القلوب" کی بہت تعریف کی ہے۔ آپ کی تصنیف اربعون الاحادیث اور غرر الاخبار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتابیں آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں تالیف کی گئی ہیں۔ یہ کتب بحار الانوار کے مآخذ میں سے ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات پوری طرح معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ آپ کے استاد شہید اول کی شہادت (یعنی ۷۸۶ ہجری) اور آپ کے شاگرد شیخ ابوالعباس بن فہد حلی کی وفات (۸۴۱ ہجری) سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی وفات آٹھویں صدی ہجری کے اواخر میں ہوئی۔

۳۰۔ نصیر الدین کاشانی (م: اوائل نویں صدی ہجری)

علی بن محمد بن علی کاشانی جو نصیر الدین کاشانی کے نام سے مشہور ہیں آٹھویں صدی ہجری کے اواخر اور نویں صدی کے اوائل کے عظیم علماء اور حکماء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کاشان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں پر حاصل کی اور پھر عازم عراق ہوئے۔ عراق سے آپ حلہ پہنچے جہاں ایسے اساتذہ ملے کہ گویا انھیں مراد مل گئی۔ وہاں انھوں نے علامہ فخر المحققین اور قطب الدین رازی سے کسب فیض کیا۔ جلد ہی فقہ، حدیث، تفسیر اور خاص طور پر فلسفہ، حکمت، کلام اور منطق کے

اساتذہ میں شمار ہونے لگے۔ آپ سے بڑی بڑی علمی شخصیات نے استفادہ کیا۔ شیخ نصیرالدین کاشانی نے قطب رازی کی شمسیہ، اصفہانی کی تجرید اور علامہ کی قواعد کی شرحیں لکھیں۔ سید حیدر عاملی اپنی کتاب منابع الانوار میں شیخ نصیرالدین کی بہت تعریف کرتے ہیں اور انھیں حکمت وکلام میں کم نظیر قرار دیتے ہیں۔

۳۱۔ علی بن خازن (م: نویں صدی ہجری کے اوائل)

زین الدین ابوالحسن علی المعروف ابن خازن کا شمار نویں صدی کے اوائل کے ممتاز زین فقہاء میں ہوتا ہے۔ ابن خازن ایک عظیم فقیہ اور اعلیٰ پائے کے ادیب وخطیب تھے۔ عقلی ونقلی علوم میں آپ اپنے دور کے علماء میں سرفہرست شمار کیے جاتے ہیں۔ ابن خازن آٹھویں صدی کے وسط میں ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے کئی سال اپنے والد بزرگوار عزالدین ابومجد اور فخرالمحققین محمد بن حسن بن یوسف حلی سمیت بزرگ علماء سے کسب علم کرتے رہے۔ البتہ اعلیٰ علمی مراتب تک پہنچنے میں ان کے استاد شیخ شمس الدین محمد بن مکی عاملی کا بڑا حصہ ہے جس کا تذکرہ ابن خازن کو اجازہ اجتہاد دیتے ہوئے شیخ شہید نے بھی کیا ہے۔ شیخ شہید نے ابن خازن اور ان کے استاد شیخ محمد بن مکی کے علمی مقام کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی علوم منقول ومعقول میں تائید فرمائی ہے۔ ابن خازن فاضل مقداد سے پہلے عراق کے بزرگ اور جلیل القدر اساتذہ میں سے تھے۔ سید علی نیلی، شیخ احمد بن فہد حلی انھی کے شاگرد تھے جو بعد میں مراجع میں شمار ہوئے۔ ابن خازن کی درست تاریخ وفات نہیں ملتی البتہ ان کی وفات نویں صدی ہجری کے اوائل میں ہونے کے قرائن ملتے ہیں۔

۳۲۔ فاضل مقداد (م: ۸۲۶ھ)

ابوعبداللہ مقداد بن عبداللہ سیوری جو کہ فاضل مقداد یا فاضل سیوری کے نام سے مشہور ہیں۔ فاضل ایک بابصیرت فقیہ اور محقق اور بجتہ ین صاحب کلام تھے۔ انھوں نے شیخ شہید سے

فقہائے اہل بیت، نسل در نسل پاکباز علماء کے توسط سے

کسبِ فیض کیساتھ ساتھ بغداد اور حلہ کے مدارس سے تعلیم حاصل کی اور اپنی ساری عمر علمی تحقیقات میں صرف کردی۔ ابن قطان حلی کا شمار فاضل کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ علماء و مجتہدین اور مشہور مؤلفین کی کتب کے تراجم میں فاضل کا ذکر بحیثیت ایک مجتہد اور عظیم فقیہ کے ملتا ہے۔ فاضل کی تصانیف میں شرح نہج المسترشدین علامہ، کنز العرفان، تفسیر قرآن، شرح مبادی الاصول علامہ، شرح فصول خواجہ شرح نضد القوائد، شرح قواعد علامہ و شہید اول، اللوامع الالٰہیہ فی المباحث الکلامیہ اور شرح الفیہ اہم ترین تصانیف میں شمار ہوتے ہیں۔ شہروان بغداد کے بیابان میں موجود قبر کو صاحب روضات نے فاضل مقداد کا مقبرہ قرار دیا ہے۔ فاضل مقداد کی وفات ۸۲۶ ہجری میں ہوئی۔

۳۳۔ سید علی نیلی نجفی (م: ۸۴۰ھ)

بہاء الدین علی بن عبدالکریم غیاث الدین مکتب تشیع کے نویں صدی کے بزرگ علماء و سادات میں شمار کیے جاتے ہیں۔ سید علی علم انساب کے ماہر اور ایک بے مثل ادیب تھے۔ سید علی نیلی نے ایک علمی گھرانے میں نشو و نما پائی۔ کئی سال اپنے والد گرامی غیاث الدین و فخر المحققین، ابن داؤد، سید عمیدی اور دیگر عراق کے بزرگ اساتید سے استفادہ کیا۔

سید علی نے شہید اول کی خدمت میں رہ کر اعلیٰ علمی مراتب حاصل کیے۔ انھیں شہید اول سے شدید محبت تھی۔ انھوں نے اپنی تصانیف میں شہید اول کی بہت زیادہ تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے انھیں علم فقہ میں بحر بیکراں قرار دیا۔ سید علی درجہ کمال تک پہنچنے کے بعد بغداد اور اس کے مضافات میں مکتب اہل بیتؑ کی تبلیغ و ترویج میں مشغول رہے اور کئی فاضل شاگرد پیدا کیے۔ انھیں صاحب "انوار المضیہ" کے نام سے بھی شہرت حاصل ہوئی۔ اس میں انھوں نے مسائل اصول و فروع کے ساتھ ساتھ ایک باب "فضائل امیر المومنین علیؑ" بھی رکھا۔ ان کی تصانیف میں الدر النضید، کتاب السلطان در ایمان، کتاب سرور در علائم الظہور اور ایک کتاب غیبت کے عنوان سے قابل ذکر ہیں۔ کئی ایک علمائے اعلام سید علی کے معروف شاگرد

ہیں۔ سید علی کے والد سید غیاث الدین ایک بزرگ عالم دین تھے جو کہ "شط سورا" کے کنارے وحشی اور غارتگر بدوؤں کے ہاتھوں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ بہاء الدین سید علی کی صحیح تاریخ وفات نہیں ملتی البتہ ظواہر سے یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ۸۴۰ ہجری میں وفات پائی۔

۳۴۔ ابن فہد حلی (۷۵۷ھ۔ ۸۴۱ھ)

ابن فہد حلی کربلائے معلی میں ۷۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ ہی نے عراق کے حاکم کو شیعہ مسلک کی تبلیغ کی اور عراق کا حاکم شیعہ ہو گیا۔ آپ کی اہم کتب میں آداب الداعی، التحصین فی صفات العارفین من العزلة والخمول بالأسانید المتلقاة عن آل الرسالة، اور عدة الداعی ونجاح الساعی شامل ہیں۔ آپ نے جن شخصیات سے علم کا بیش قیمت خزانہ حاصل کیا ان میں فخر المحققین، فاضل مقداد سیوری حلی، ابن متوج بحرانی، سید بہاء الدین علی بن عبد الکریم جیسی نامی گرامی شخصیات شامل ہیں جبکہ آپ سے علم و آگہی کا فیض پانے والوں میں شیخ علی بن ہلال جزائری اور علی بن عبد العالی کرکی، ابن راشد قطیفی، عبد السمیع بن فیاض اسدی، ابن عشرہ کرکی، شیخ مفلح بن حسن صیمری وغیرہ کے نام زیادہ معروف ہیں۔ آپ نے ۸۴۱ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کا مدفن کربلا میں ہے۔

۳۵۔ جمال الدین احمد بن عبد اللہ المعروف ابن متوج (م: ۸۵۵ھ)

جمال الدین احمد بن عبد اللہ المعروف ابن متوج نویں صدی کے مراجع میں سے ہیں۔ ابن متوج نے کئی سال حلہ کے علماء اور بالخصوص فخر المحققین اور شیخ شہید کی خدمت سے بہرہ مند ہوتے رہے اور خود اعلیٰ علمی مراتب پر فائز ہوئے اور ایک عظیم فقیہ شمار ہوئے۔ صاحب روضات تحریر فرماتے ہیں کہ ابن متوج نویں صدی کے بزرگ اور جلیل القدر شیعہ علماء سے تھے اور ابن فہد حلی آپ سے ہی بہرہ مند ہوئے اور روایت کے لیے اجازہ حاصل کی۔ ابن متوج کی تالیفات میں سے منہاج الهداية، نهج الوسائل، اخذ الثار، تفسیر قرآن اور ناسخ و منسوخ کا

فقہ اہل بیت نسل در نسل باکمال علما کے توسط سے

بطور نمونہ نام لیا جا سکتا ہے۔ آپ کا نام احمد جبکہ آپ کے والد کا نام عبداللہ سعیدی اور آپ ابن متوج کے نام سے مشہور ہوئے۔ عبداللہ سعید فقہ و ادب اور شعری فنون میں مہارت رکھتے تھے۔ ابن متوج کی تاریخ وفات کے بارے میں درست معلومات نہیں ملتیں، البتہ ظاہراً یہی پتہ چلتا ہے کہ نویں صدی کے وسط میں انھوں نے داعی اجل کو لبیک کہا اور تقریباً ان کا سن وفات ۸۵۵ ہجری قرار پاتا ہے۔

۳۶۔ضیاء الدین ابوالقاسم علی بن محمد بن مکی عاملی جزوینی (م: ۸۵۶ھ)

شہید اول کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھیں۔ آپ کی تمام تر اولاد نیز آپ کی زوجہ کا شمار بلند مرتبہ اہل علم و فضل میں ہوتا ہے۔ آپ کے پہلے فرزند شیخ رضی الدین ابو طالب محمد بن محمد بن مکی عاملی، دوسرے شیخ ضیاء الدین ابوالقاسم علی بن محمد بن مکی عاملی جزینی اور تیسرے شیخ جمال الدین ابو منصور حسن بن محمد بن مکی عاملی ہیں۔ ہم یہاں پر کچھ ذکر آپ کے دوسرے فرزند ضیاء الدین ابوالقاسم علی بن محمد بن مکی عاملی جزینی کا بطور نمونہ ذکر کرتے ہیں۔

شیخ ضیاء الدین ابوالقاسم علی بن محمد بن مکی عاملی جزینی جو شہید اول کے دوسرے فرزند تھے ایک بہت بڑے عالم اور فاضل انسان تھے۔ ان کی اہمیت کے لیے یہ بات کم نہیں کہ ابن معظم جیسی شخصیت آپ سے روایت کرتی ہے۔ آپ اپنے والد کے مورد اعتماد اور لائق فقیہ تھے۔ ان کا شمار پرہیزگاروں اور صالحین میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنے والد گرامی سے صحیفہ سجادیہ کے متن کی روایت کی ہے۔ یاد رہے کہ آپ کے راوی اور شاگرد محمد بن داؤد موذن عاملی جزینی، محقق کرکی جنھیں محقق ثانی بھی کہا جاتا ہے کے اساتذہ میں سے تھے۔ آپ ۸۵۶ ہجری میں فوت ہوئے۔

۳۷۔علی بن یونس عاملی (م: ۸۷۷ھ)

علی بن یونس عاملی ایک عالم، فاضل، محقق، شاعر و ادیب شخصیت تھے۔ آپ کو کتاب صراط المستقیم لکھنے پر شہرت حاصل ہوئی۔ آپ اپنے زمانے کے مشہور مصنف بھی تھے۔ آپ کے اساتذہ میں سید زین الدین علی بن دقماق اور شیخ جمال الدین احمد بن حسین بن مطہر

کا نام لیا جا سکتا ہے، جبکہ آپ کے شاگردوں میں شیخ ناصر بویہی، شیخ ابراہیم بن علی کفعمی اور شیخ شرف الدین بن سلیمان شامل ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں مختصر مجمع البیان در تفسیر، مختصر الصحاح در احادیث، مختلف در شرح کتاب علامہ، رسالہ در علم کلام، لمعہ در منطق، باب مفتوح در نفس و روح، رسالہ در امامت، تفسیر اسماء الحسنیٰ، کلمات نافعات اور رسالۂ یونسیہ در شرح مقامات شہید اولؒ شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۸۷۷ ہجری میں ہوئی۔

۳۸۔ جلال الدین دوانی (۸۳۰ھ۔ ۹۰۸ھ)

جلال الدین سعد الدین کے بیٹے تھے اور علامہ دوانی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ جلال الدین کا شمار نویں صدی کے ممتاز ترین فقہاء میں ہوتا ہے۔ انھیں فقہ، حدیث، تفسیر، کلام اور منطق میں مہارت حاصل تھی۔ انھوں نے ۸۳۰ ہجری کو قازرون (فارس) میں آنکھ کھولی۔ ان کے والد سعد الدین اپنے زمانے کے فضلاء میں شمار کیے جاتے تھے جن کا نسب حضرت ابو بکر سے ملتا ہے۔ علامہ دوانی کو جوانی ہی میں فلسفی و منطقی علوم کے ساتھ ساتھ دینی مطالعات کا شدت سے شوق تھا۔ اسی بنا پر وہ شیراز پہنچے جہاں انھوں نے شیعہ سنی علماء سے کسب فیض کیا۔ انھوں نے محی الدین شیرازی سے فقہ میں استفادہ کیا۔ وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے بارے میں اپنی تحقیق سے بھی غافل نہ رہے۔ چونکہ ان کا تعلق صدیقی خاندان اور اہل سنت کے فاضل علماء کے ساتھ تھا۔ اس لیے ابتداء میں وہ اپنے خاندانی مذہب سے وابستہ رہے، البتہ جلد ہی اپنی تحقیق و جستجو کے بعد امامیہ مذہب میں داخل ہوئے اور ان کا شمار اکابر علمائے امامیہ میں ہونے لگا۔ ان کی قلمی آثار میں سے ان کی کتاب "نور الھدایۃ" جو کہ اثبات امامت میں ہے۔ ان کے شاگردوں میں کمال الدین یزدی اور جمال الدین محمود جیسے اکابر علمائے اسلام شامل ہیں، جبکہ ملا عبداللہ شوشتری، ملا عبداللہ یزدی اور مقدس اردبیلی انھی کمال الدین اور جمال الدین محمود کے شاگردوں میں سے تھے۔ علامہ دوانی ۹۰۸ ہجری میں شاہ اسماعیل صفوی کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں قازرون کے نزدیک چند روز بیمار رہ کے

نقد حال بزبان اہل و نسل پاکباز علما کے توسط سے

کے بعد ۷۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۳۹۔واعظ کاشفی (م: اوائل قرن دہم)

حسین بن علی واعظ سبزواری جو مولی حسین کاشفی کے نام سے مشہور ہیں نویں صدی ہجری کے اواخر کے بزرگ شیعہ مفسرین میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ مفسر ہونے کے علاوہ ایک فاضل فقیہ، ادیب وشاعر اور محدث بھی تھے۔ سبزوار کے علاقہ بیہق سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد افغانستان کے شہر ہرات چلے گئے جہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔ آپ نے معروف شاعر عبدالرحمن جامی کی ہمشیرہ سے شادی کی۔ ہرات سے عراق اور حلہ پہنچے۔ وہاں کے علماء سے بھی کسب فیض کیا۔ آخرکار اپنے وطن لوٹ آئے۔ آپ کی کتب میں مجلات جواهر التفسير، مختصر الجواهر، تفسير جامع فارسي، جواهر الاسرار، تحفه عليه، اسرار قاسمي، آئينة اسكندري، انوار سهيلي، سبعه كاشفيه، شرح اسماء الحسنىٰ، اربعين در مواعظ، لب ولباب، الواح قمر، فضيلت صلوٰة اور روضة الشهداء شامل ہیں۔ دسویں صدی کے اوائل میں ان کی وفات شہر ہرات میں ہوئی۔

۴۰۔سید حسن موسوی (م: ۹۳۳ھ)

بدرالدین حسن بن محمد جعفر موسوی عاملی دسویں صدی ہجری کے بزرگ علمائے امامیہ میں سے ہیں۔ آپ فقیہ کامل اور علمائے جبل عامل کے مشاہیر میں سے ہیں۔ آپ محقق ثانی کے خالہ زاد اور داماد ہیں۔ آپ شہید ثانی کے استاد بھی ہیں۔ آپ کی تالیفات میں محجة البيضاء اور حجة الغراء شامل ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اسلامی اصول وفروع پر بھی کتب لکھی ہیں۔ تفسیر قرآن اور احادیث نبوی پر بھی ان کی علمی خدمات ہیں۔ ان کی کتاب "مقنع الطلاب" بھی شہرت کی حامل ہیں۔ آپ کے فرزند سید امیر حسین بلند مرتبہ مجتہد تھے۔ آپ سید عمیدی کے چچازاد بھی ہیں۔ آپ نے وفات ۹۳۳ ہجری میں ہوئی۔

۴۱۔ شیخ علی بن ہلال جزائری (م: ۹۳۷ھ)

شیخ علی بن ہلال جزائری کا شمار دسویں صدی کے ممتاز ترین فقہاء میں ہوتا ہے۔ علم معقول و منقول میں وہ یکتائے عصر تھے۔ آپ ابن فہد حلی (متوفی ۸۴۱ ہجری) اور شیخ حسن بن العشرہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ سلسلۂ رواۃ میں بھی آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ محقق کرکی (م: ۹۴۰ ھ) اور ابن ابی جمہور احسائی جیسے اکابر ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔ علم کلام میں ان کی کتاب "الدر الفرید فی التوحید" بڑی شہرت رکھتی ہے۔ آپ کی وفات ۹۳۷ ہجری میں نجف اشرف میں ۷۰ سال کی عمر میں ہوئی۔

۴۲۔ شیخ علی بن الحسین بن عبدالعالی کرکی (م: ۹۴۰ھ)

شیخ علی بن عبدالعالی کرکی جو محقق کرکی اور محقق ثانی کے نام سے شہرت رکھتے ہیں دسویں صدی کے بزرگ شیعہ فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا تعلق جبل عامل کے فقہاء سے ہے۔ انھوں نے شام اور عراق میں تعلیم حاصل کی۔ شاہ طہماسب کے دور میں ایران آئے اور انھیں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کیا گیا۔

ان کے بعد ان کے شاگرد شیخ علی منشار (شیخ بہائی کے سسر) بھی اس منصب پر فائز ہوئے۔ ان کی کتب میں ''جامع المقاصد'' کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہے جو شیخ حلی کی کتاب ''قواعد'' کی شرح ہے۔ ان کی دیگر معروف کتابوں میں اثبات الرجعة، احکام الارضین، الجعفریہ فی الصلوٰۃ، المختصر النافع اور شرح ارشاد علامہ وغیرہ شامل ہیں۔ شیخ علی بن ہلال جزائری آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ زین الدین فقعانی، شیخ احمد بن محمد بن ابی جامع، شیخ علی منشار زین الدین العاملی شیخ الاسلام، سید شرف الدین علی الحسن استرآبادی نجفی اور شیخ علی بن عبدالعالی عاملی کرکی شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۹۴۰ ہجری میں نجف اشرف میں ہوئی۔

فقہائے اہل بیت، نسل در نسل پیروزعلماء کے توسط سے

۴۳۔ عزالدین شیخ حسین (۹۸۴ھ)

حسین بن عبدالصمد عاملی بزرگ علمائے شیعہ میں سے ہیں اور عزالدین حسین کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ شیخ بہائی کے والد گرامی ہیں۔ آپ کی ولادت 918 ہجری میں جبل عامل میں ہوئی۔ آپ کے استادوں میں سید حسن کرکی اور شہید ثانی مشہور ہیں۔ زیارت کے لیے آپ نے اپنے فرزند شیخ بہائی کے ہمراہ خراسان کا قصد کیا اور وہاں شیخ علی منشار کی خواہش پر اقامت اختیار کی جو بعد میں شیخ بہائی کے سسر ہوئے۔ لوگوں کی خواہش اور شاہ طہماسپ کے اصرار پر آپ نے ہرات کی ذمہ داری قبول کی۔ آپ نے اپنی تعلیمات سے ہرات میں بہت سے افراد کو شیعہ کیا۔ آپ نے چونکہ نماز جمعہ کو واجب عینی قرار دیا لہٰذا دور دراز سے شیعہ آپ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے ترویج احکام اسلامی، نشر حقائق قرآنی، احادیث اور گفتار و تعلیماتِ معصومین کے سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ جب آپ ہرات سے ایران تشریف لائے اور وہاں سے حج کے لیے مکہ تشریف لے جانے لگے تو آپ کی قدر و منزلت کو دیکھتے ہوئے شاہ طہماسپ صفوی نے آپ کو ایران میں ہی مستقل قیام کرنے کو کہا۔ چونکہ آپ نے فریضۂ حج ادا کرنا تھا لہٰذا آپ نے شاہ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنی جگہ اپنے فرزند شیخ بہائی کو ایران میں رہنے دیا۔ آپ کی تصنیفات میں **تحفہ اھل ایمان، شرح قواعد علامہ، شرح الفیہ شہید، حاشیہ ارشادِ علامہ، اعتقادات حقہ، عقد حسینی (یاعقد طھماسبی)، غرر و درر، رسالہ در وجوب نماز جمعہ، درایت الحدیث** اور **دیوانِ اشعار** مشہور ہیں۔

آپ نے عمر کے آخری ایام مکہ اور مدینہ میں گزارنے کا قصد کیا تو آپ نے ایک دن خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہوگئی ہے اور اللہ کا ارادہ ہے کہ وہ سرزمین بحرین کو بہشت کا حصہ قرار دے اور وہاں کے رہنے والوں کو اہل بہشت میں شمار کرے۔ چنانچہ آپ مکہ میں مستقل سکونت کا ارادہ ترک کرکے بحرین تشریف لے گئے اور عمر کے باقی ایام بحرین میں گزارے اور وہیں ۹۸۴ ہجری میں وفات پائی۔

۴۴۔ شہید ثانی (۹۱۱ھ ۔ ۹۶۶ھ)

زین الدین علی بن احمد ملقب بہ "شہید ثانی" سلطان عثمانی کے دور میں گزرے۔ آپ ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۶۶ھ میں شہید کردیے گئے۔ ان کے والد نورالدین علی جبلی عاملی کے بافضیلت علماء میں سے تھے۔ آپ کا شمار اپنے زمانے کے مراجع میں ہوتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد میں بڑے بڑے اہل علم و دانش گزرے ہیں جس کی وجہ سے آپ کے خاندان کو "سلسلة الذهب" کہا جاتا ہے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ان کے بعد شیخ علی بن عبدالعالی میسی اور ان کی وفات کے بعد سید بدرالدین حسن اعرجی سے استفادہ کیا پھر دمشق چلے گئے وہاں شمس الدین محمد بن مکی سے فلسفہ، طب اور ہیئت کا درس حاصل کیا پھر مصر گئے جہاں شہاب الدین احمد رملی اور ملا حسین جرجانی سے استفادہ کیا۔ آپ نے لمعہ دمشقیہ کی شرح لکھی اور ان کی شرح پر ۸۰ حاشیے لکھے گئے۔ انھیں کئی مذاہب کی کتب اور مذاہب پر عبور حاصل تھا۔ انھوں نے کئی کتابیں لکھیں جن میں سے معروف "الروضة البهيه"، "مسالك الأفهام فی شرح شرایع الاسلام"، "شرح البداية فی علم الدراية"، "مسكن الفؤاد عند فقد الأحبة و الأولاد" اور "حقائق الایمان" شامل ہیں۔ لمعہ پر آپ کی شرح آج تک حوزۂ علمیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ آپ کے اساتذہ میں علی بن احمد عاملی (والد)، علی بن عبدالعالی میسی، محمد بن مکی حکیم، ملا حسن جرجانی اور ملا محمد استر آبادی شامل ہیں۔ ان کے معروف ترین شاگردوں میں شیخ بہائی کے والد شیخ حسین بن عبدالصمد اور علی بن زہرہ جبعی شامل ہیں۔

۴۵۔ عبداللہ یزدی (م: ۹۸۱ھ)

ملا عبداللہ یزدی عالم و فاضل اور مجتہد تھے۔ ان کا ایک حاشیہ ملا عبداللہ کے نام سے بہت مشہور ہے۔ آپ کا شمار دسویں صدی ہجری کے علماء میں ہوتا ہے۔ آپ کے اساتذہ میں محقق میسی، محقق ثانی، شیخ جزائری اور شیخ ابراہیم قطیفی شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں سید محمد موسوی عاملی (صاحب مدارک)، ابو منصور حسن بن زین الدین عاملی (فرزند شہید ثانی جو صاحب

معالم کے نام سے بھی مشہور ہیں)، شیخ بہائی اور علامہ ثانی شامل ہیں۔ آپ مقدس اردبیلی کے ہم عصر تھے۔ فقہ میں آپ کی ایک کتاب "شرح قواعد" اور منطق میں آپ کی کتاب "شرح تہذیب" بھی ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے استبصار اور شمسیہ کی بھی شرح لکھی ہے۔ آپ نے طہماسب صفوی کے پچاس سالہ دور حکومت کے اواخر میں ۹۸۱ ہجری میں وفات پائی۔

۳۶۔ ملا فتح اللہ کاشانی (م: ۹۸۸ھ)

ملا فتح اللہ کاشانی عہد صفوی کے بزرگ مفسرین میں سے تھے۔ آپ دسویں صدی ہجری کی ابتدا میں کاشان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شکر اللہ تھا۔ آپ کو علماء ایک مفسر، فقیہ، متکلم اور عالم کامل کی حیثیت سے یاد کرتے ہیں۔ لغات وادبیات کے علاوہ اصول میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ تقریباً ۹۰۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۹۸۸ ہجری میں وفات پائی۔ آپ ہی کے زمانے میں ۹۰۷ ہجری میں شاہ اسماعیل صفوی نے اقتدار سنبھالا۔ وہ پہلا صفوی بادشاہ ہے جس نے شیعہ مذہب کو قانونی حیثیت دی۔ اس سے پہلے ایران میں شیعہ بہت مشکلات کی زندگی گزارتے رہے ہیں۔ اسی زمانے میں علی ابن عبدالعالی محقق کرکی (متوفی: ۹۴۰ھ) شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوئے۔ محقق کرکی علی بن حسن زوارہ کے استاد تھے جن کی شاگردی ملا فتح اللہ کاشانی نے اختیار کی۔ آپ کے شاگردوں میں رضی الدین شاہ مرتضیٰ، ملا محسن فیض کاشانی، ملا مرتضیٰ (جو فیض کاشانی کے بھائی تھے) اور محمد علم الہدیٰ (جو ملا محسن کے صاحبزادے تھے اور ملا صدرا کے پوتے تھے) شامل ہیں۔ ملا فتح اللہ کاشانی کے پاس علی بن حسن اور ضیاء الدین محمد بن محمد کے واسطے سے مقدس اردبیلی سے اجازۂ روایت تھا اور اس سلسلے سے آپ حدیث نقل کرتے تھے۔ انھوں نے فارسی میں دو تفسیریں لکھنے کے علاوہ "زبدۃ التفاسیر" کے نام سے ایک تفسیر لکھی جو پانچ بڑی جلدوں میں تھی اور بعد از اں دس جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ ان کی ایک عظیم تفسیر منہاج الصادقین فی الزام المخالفین ہے۔ ایک انھوں نے شرح نہج البلاغہ بھی لکھی ہے، جس کا نام تنبیہ الغافلین و تذکرۃ العارفین ہے۔ انھوں نے احتجاج طبرسی کا فارسی ترجمہ بھی کیا جس کا نام کشف الاحتجاج رکھا۔ ان کی ایک اور کتاب استنساخ کتاب الاستبصار بھی ہے۔

۴۷۔ محقق اردبیلی (۸۶۴ھ۔ ۹۹۳ھ)

محقق اردبیلی کا شمار شیعہ مذہب کی سرکردہ علمی اور محقق شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ کو مقدس اردبیلی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ عراق کے شہر حلہ میں ۸۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنی پرہیزگاری کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے امام علیؑ کے حرم میں کنویں میں پانی کے لیے ڈول ڈالا تو کنویں میں سے سونے کی اشرفیاں اور ہیرے جواہرات نکل آئے۔ اس پر آپ نے وہ ڈول واپس کنویں میں پھینک دیا اور کنویں میں منہ ڈال کر آواز دی کہ باری الہا مجھے وضو کے لیے پانی درکار ہے مجھے دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔ آپ ۹۹۳ھ میں رمضان المبارک کی ۲۱ تاریخ کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کو نجف میں امام علیؑ کے حرم کے صدر دروازے پر دفن کیا گیا۔ آپ کے معروف اساتذہ میں سید احمد بن ابراہیم زہرہ شامل ہیں جو علامہ حلی کے شاگرد تھے۔ آپ نے شہید ثانی کے بعض شاگردوں سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں جلال الدین دوانی، ملا عبداللہ یزدی اور ملا میرزا جان باغندی شامل ہیں۔ صاحب معالم اور صاحب مدارک ملا عبداللہ شوشتری آپ کے نامور شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام وعجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو بعض فقہی مسائل میں امام علیہ السلام نے راہنمائی فرمائی۔

۴۸۔ ملا عبداللہ شوشتری (م: ۱۰۲۱ھ)

عزالدین عبداللہ بن حسین شوشتری شیعہ علماء میں سے ہیں جو منقول و معقول علوم کے علاوہ علم رجال میں بھی ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور شوشتر میں شیخ بہائی کے ہم عصر بھی تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے شہر میں حاصل کی۔ آپ نے مقدس اردبیلی اور محقق ثانی سے بھی کسب فیض کیا۔ ۳۰ سال بعد ملا عبداللہ شوشتری نجف اشرف سے ایران تشریف لے گئے۔ اصفہان جو کہ ایک بہت بڑے حوضہ کی شکل اختیار کر چکا تھا اسے اپنا مسکن قرار دیا جہاں ان کا شمار اصفہان کے بڑے بڑے اساتذہ میں ہونے لگا۔ آپ کو شیعہ فقہاء میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ انھوں نے بڑے

ہونہار اور لائق شاگرد پیدا کیے جن میں علامہ مجلسی، میر داماد، محقق خوانساری، محقق سبزواری اور محقق شیروانی شامل ہیں۔ ان کی تالیفات بھی اہل فن کے لیے انتہائی مفید ہیں جن میں تتمیم فی شرح قواعد علامہ، شرح ارشاد علامہ، شرح الفیہ شہید، حاشیہ مختصر عضدی، رسالہ فی عینیۃ صلاۃ الجمعۃ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ آپ نے اصفہان میں ۲۶ محرم الحرام ۱۰۲۱ ہجری میں وفات پائی۔

۴۹۔ شیخ بہائی (۹۵۳ھ۔ ۱۰۳۰ھ)

شہید ثانی کے ممتاز شاگردوں میں شیخ بہائی کا نام آتا ہے۔ آپ کا اصل نام بہاؤ الدین محمد بن حسین بن عبدالصمد حارثی ہے۔ ان کی پیدائش ۹۵۳ھ میں لبنان کے شہر بعلبک میں ہوئی۔ آپ کے دادا کا نام حارث ہمدانی تھا۔ انھوں نے لبنان کے شہر بعلبک کی جانب ہجرت کی اور یہیں شیخ بہائی کی ولادت ہوئی۔ شیعہ فقہ میں ان کی تالیفات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ان کی کتب میں کشکول، مفتاح الفلاح فی عمل الیوم واللّیلۃ، صمدیہ، جامع عباسی اور مشرق الشمسین واکسیر السعادتین ہیں۔ شیخ بہائی کے اساتذہ میں ملا عبداللہ یزدی، عبدالعالی کرکی، ملا علی مذہب، عماد الدین محمود طبیب اور ملا افضل قاضی بھی شامل ہیں۔ آپ سے علم و تعلم حاصل کرنے والی شخصیات میں ملا محسن فیض کاشانی، ملا محمد صالح مازندرانی، محمد تقی مجلسی، سید ماجد بن ہاشم بحرانی، اور فاضل جواد ہیں۔ بہائی ۷۷ سال کی عمر میں ۱۰۳۰ھ میں اصفہان میں انتقال کر گئے لیکن آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق مشہد میں امام رضا کے حرم میں دفن کیا گیا۔ جہاں ہر خاص و عام ان کی زیارت کر سکتا ہے۔

۵۰۔ ملا صدرا (۹۸۰ھ۔ ۱۰۵۰ھ)

آپ کا پورا نام محمد بن ابراہیم قوامی شیرازی تھا اور آپ ملا صدرا کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ ۹ جمادی الثانی ۹۸۰ ہجری میں بوقت ظہر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد خواجہ ابراہیم قوامی انتہائی پرہیزگار اور علم دوست شخصیت تھے جو کہ اپنے زمانے میں حکومت شیراز میں شاہ شیراز کے بعد دوسری بڑی شخصیت تھے۔ جوانی میں ان کی ملاقات شیخ بہائی سے ہوگئی۔ ملا صدرا کی علمی و

اخلاقی شخصیت کی بنیاد انھوں نے ہی رکھی۔ آپ اپنے زمانے کے جہلا کے رویوں سے دلبرداشتہ ہو کر شیراز کو چھوڑ کر قم سے ۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ''کہک'' نامی گاؤں کو اپنا مسکن قرار دیا۔ شیراز واپسی کے بعد صدرا شیرازی کے نام سے تشنگان علم و معرفت میں معروف ہوئے اور گرد و نوح سے علم و حکمت کے متلاشی ان کے گرد جمع ہونے لگے۔ آپ کی تالیفات میں الحکمۃ العرشیہ، الحکمۃ المتعالیۃ فی الاسفار العقلیۃ الاربعہ، اللمعات المشرقیۃ فی المباحث (الفنون) المنطقیۃ، المبدأ و المعاد، المشاعر، المظاهر الالهیه فی اسرار العلوم الکمالیۃ، الشواهد الربوبیه فی المناهج السلوکیۃ، التصور والتصدیق، أسرار الآیات وأنوار البینات، مفاتیح الغیب اور متشابهات القرآن وغیرہ شامل ہیں۔ ۷۱ سالہ زندگی میں ۷ بار پیدل حج کی سعادت سے فیضیاب ہوئے اور آخری سفر حج سے لوٹتے ہوئے ۱۰۵۰ھ میں شہر بصرا میں داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں دفن ہوئے اگرچہ آج ان کی قبر کے آثار نہیں ہیں لیکن ان کی علمی آثار روشن و تابندہ ہیں۔

۵۱۔ علامہ محمد تقی مجلسی (۱۰۰۳ھ۔ ۱۰۷۰ھ)

علامہ محمد تقی مجلسی ۱۰۰۳ ہجری میں اصفہان میں پیدا ہوئے۔ شروع میں آپ اپنے والد بزرگوار سے اعتقادات اور دینی علوم کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ بعد میں اپنے والد کی رہنمائی میں ملا عبداللہ شوشتری سے فقہ، حدیث، اصول فقہ اور کلام و تفسیر کی تعلیم حاصل کی۔ اپنے استاد کی رحلت کے بعد آپ ان کے فرزند علامہ حسن علی شوشتری سے کسب فیض کرتے رہے۔ ان کے بعد آپ بہاء الدین محمد عاملی جو شیخ بہائی کے نام سے معروف تھے اور حوزہ اصفہان کے بزرگ ترین مراجع میں ان کا شمار ہوتا تھا، سے تحصیل علم کرتے رہے۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں میر فندرسکی، قاضی ابو السرور، امیر اسحاق استر آبادی، شیخ عبداللہ بن جابر عاملی اور ملا محمد قاسم عاملی شامل ہیں۔ آپ پہلے نجف اشرف گئے اور پھر اصفہان تشریف لائے۔ اصول فقہ و رجال میں ان کا نام بڑے بڑے اساتذہ میں لیا جاتا ہے۔ آپ کی زیادہ تر تالیفات روایات آئمہ اہل بیتؑ سے متعلق ہیں ان میں اربعین (چہل حدیث)، شرح زیارت جامعہ، الاحیاء الاحادیث اور شرح من

تحت اہل بیت نسل در نسل یا کہ ماز علما کے توسط سے

لا یحضرہ الفقیہ (جو تمام شرحوں میں ایک بہترین شرح سمجھی جاتی ہے) شامل ہیں۔

آپ کے شاگردوں میں آپ کے شہرہ آفاق فرزند علامہ محمد باقر مجلسی کے علاوہ سید عبدالحسین خاتون آبادی، محقق خوانساری، سید نعمت اللہ جزائری، ملا میرزا شیروانی، ملا محمد صالح مازندرانی، ملا محمد صادق کرباسی، سید شرف الدین علی گلستانہ اور ملا عزیز اللہ بہت شہرت رکھتے ہیں۔

فقیہ محدث علامہ محمد تقی مجلسی ۱۰۷۰ ہجری میں اصفہان میں وفات پا گئے۔ آپ کو شہر کی جامع مسجد میں سپرد خاک کیا گیا۔

۵۲۔ ملا صالح مازندرانی (م: ۱۰۸۶ھ)

آپ کا نام ملا محمد صالح ہے اور آپ ملا صالح مازندرانی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد کا نام ملا احمد بن شمس الدین طبری ہے۔ آپ شیعہ فقہاء میں ایک دانشمند بزرگ، زاہد اور مجاہدانہ شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں ملا تقی مجلسی، شیخ بہائی، ملا عبداللہ شوشتری اور ملا حسن علی شوشتری شامل ہیں آپ کے شاگردوں میں علامہ محمد باقر مجلسی، فیض کاشانی اور میرزا عبداللہ اصفہانی تبریزی آفندی شامل ہیں۔ آپ کی تالیفات میں حاشیہ بر شرح لمعہ، حاشیہ برشرح مختصر الاصول عضدی، حاشیہ بر معالم، شرح بر اصول کافی، شرح بر فروع کافی، شرح قصیدہ بردہ اور شرح من لا یحضرہ الفقیہ شامل ہیں۔ آپ کی تاریخ پیدائش کا توصحیح طور پر علم نہیں ہو سکا البتہ آپ کی وفات ۱۰۸۶ ہجری میں ہوئی اور آپ کو اپنے سسر ملا محمد تقی کے پاؤں والی طرف دفن کیا گیا۔

۵۳۔ ملا محسن فیض کاشانی (۱۰۰۷ھ۔ ۱۰۹۰ھ)

آپ ۱۰۰۷ھ میں ایران کے معروف شہر کاشان میں پیدا ہوئے اور آپ کی رحلت ۱۰۹۰ھ میں کاشان ہی میں ہوئی۔ آپ عظیم فلسفی، محدث اور عارف تھے۔ محمد محسن بن مرتضیٰ آپ کا نام اور فیض تخلص تھا۔ آپ ملا صدرا شیرازی کے لائق افتخار شاگردوں میں سے تھے۔ فلسفہ اور حدیث کے علاوہ فقہ، اصول، کلام اور تفسیر میں بھی دسترس حاصل تھی۔ دنیائے شعروادب میں بھی آپ کا نام

مرجعیت کے درخشاں ستارے

بہت ممتاز ہے۔آپ علماء کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کے اساتذہ میں سید ماجد، شیخ بہائی، ملا صالح مازندرانی، شیخ سلیمان ماہوزی، ملا محمد طاہر قمی، مولیٰ خلیل قزوینی شامل ہیں۔ان کے شاگردوں میں مولیٰ ابوالحسن شریف فتونی عاملی، علامہ مجلسیؒ اور سید نعمت اللہ جزائری بہت نمایاں ہیں۔آپ کی تالیفات میں سراج السالکین، الوافی، صافی در تفسیر قرآن، الشافی، سفینۃ البحار، قرۃ الاصول، اصول عقائد وغیرہ شامل ہیں۔ان کا شمار قم کے معروف دینی مدرسہ فیضیہ کے بانیوں میں ہوتا ہے۔آپ کا مزار کاشان میں مرجع خلائق ہے۔

۵۴۔ملا محمد باقر سبزواری (م: ۱۰۹۰ھ)

ملا محمد باقر سبزواری جو محقق سبزواری کے نام سے مشہور ہیں کا تعلق ایران کے شہر سبزوار سے ہے۔انھوں نے اصفہان میں تعلیم حاصل کی۔وہ جامع المعقول والمنقول تھے۔فقہی مسائل میں لوگ آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ان کی معروف کتابوں میں "ذخیرۃ المعاد فی الارشاد" اور "کفایۃ الفقہ" شامل ہیں۔انھوں نے بوعلی سینا کی کتاب "الٰہیات شفاء" پر بھی حاشیہ لکھا۔آپ شیخ بہائی اور مجلسی اول کے شاگردوں میں سے تھے۔آپ کی وفات ۱۰۹۰ ہجری میں اصفہان میں ہوئی لیکن آپ کا جنازہ مشہد مقدس لے جایا گیا جہاں آپ شیخ حر عاملی کی قبر کے ساتھ مدفون ہیں۔

۵۵۔محقق خوانساری (م: ۱۰۹۹ھ)

سید حسین خوانساری جو محقق خوانساری کے نام سے مشہور ہیں کا تعلق بھی اصفہان کے فقہی مکتب سے ہے اور اپنے زمانے کے مراجع میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔آپ بھی جامع المعقول والمنقول تھے۔آپ محقق سبزواری کے بہنوئی تھے۔فقہ میں آپ کی کتاب "مشارق الشموس فی شرح الدروس" اور شہید اول کی کتاب "دروس" کی شرح بہت شہرت رکھتی ہے۔آپ نے بھی "الٰہیات شفاء" پر حاشیہ لکھا۔قرآن کریم اور صحیفہ سجادیہ کا فارسی ترجمہ بھی کیا اور ابن حاجب کی "کافیہ" پر شرح لکھی۔آپ کے اساتذہ میں میر فندرسکی، ملا محمد تقی مجلسی اول اور محقق

سبزواری جیسے اکابر شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں سید نعمت اللہ جزائری، شیخ جعفر قاضی، ملا میرزا شیروانی اور آقا جمال خوانساری (جو آپ کے صاحبزادے تھے) نے بہت شہرت حاصل کی۔ آپ ۱۰۹۸ ہجری یا ۱۰۹۹ ہجری میں ۸۲ سال کی عمر میں اصفہان میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

۵۶۔ شیخ حر عاملی (۱۰۳۳ھ۔ ۱۱۰۴ھ)

شیخ حر عاملی کا اصل نام محمد بن حسن بن علی بن حسین ہے۔ آپ ۱۰۳۳ھ میں جبل عامل لبنان میں پیدا ہوئے۔ شیخ حر عاملی نے اپنے والد اور چچا سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ علاوہ ازیں آپ کے اساتذہ میں شہید ثانی کے فرزند شیخ زین الدین، علامہ مجلسی اور آیت اللہ فیض کاشانی (صاحب کتاب وافی) بھی شامل ہیں۔ حج و زیارات کے بعد آپ شہر طوس (موجودہ مشہد مقدس) آگئے۔ حرم میں ہی درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا۔ آپ کی کتب میں وسائل الشیعہ، حاشیہ بر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ، بدایۃ الھدایہ، امل الآمل اور الفوائد الطوسیہ شامل ہیں۔ آپ شیعہ محدثین میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں ملا محمد صالح بن محمد باقر قزوینی، ملا محمد تقی بن عبدالوہاب قزوینی کے علاوہ آپ نے ۱۱۰۴ھ میں وفات پائی۔

۵۷۔ سید ہاشم بحرانی (م: ۱۱۰۷ھ)

سید ہاشم بحرانی سید سلیمان حسینی بحرانی کے فرزند ارجمند ہیں اور علامہ بحرانی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا تعلق امام موسیٰ کاظمؑ کے سلسلۂ نسب سے ہے۔ ان کی درست تاریخ ولادت معلوم نہیں ہو سکی۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ وہ ۱۰۳۰ ہجری اور ۱۰۴۰ ہجری کے درمیان پیدا ہوئے۔ کسی زمانے میں عراق اور ایران کے بعد بحرین عالم اسلام کا تیسرا بڑا علمی مرکز تھا۔ علامہ بحرانی نے ابتدائی تعلیم بحرین میں حاصل کرنے کے بعد نجف اشرف کا رخ کیا۔ آپ نے علامہ فخر الدین طریحی (متوفی ۱۰۸۷ھ) سے کسب فیض کیا، جن کی کتاب "مجمع البحرین" کو علمی دنیا میں بہت شہرت حاصل ہے اور ان کی رحلت کے بعد شیخ محمد بن ماجد بحرانی سے استفادہ کیا۔ یاد رہے کہ علامہ بحرانی اور علامہ مجلسی دونوں علامہ طریحی کے شاگرد ہیں۔ سید عبدالعزیز بن عباس

استر آبادی بھی ان کے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں جن سے علامہ بحرانی نے نقل حدیث کا اجازہ حاصل کیا۔ علامہ بحرانی کے شاگرد اور ان سے نقل حدیث کا اجازہ حاصل کرنے والوں میں شیخ محمد بن حسن حر عاملی (مؤلف کتاب "وسائل الشیعه")، شیخ محمود بن عبدالسلام المعنی، شیخ عبداللہ بن علی بن احمد بحرانی، سید محمد بن علی سیف الدین عطار بغدادی، شیخ علی مقابی بحرانی، شیخ حسن بحرانی اور شیخ ہیکل بن عبدالعلی اسدی جزائری شامل ہیں۔ علامہ بحرانی کی وفات ۱۱۰۷ ہجری میں ہوئی۔ آپ کی تالیفات کی تعداد ۵۰ سے زیادہ ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں: علوم قرآن، البرهان فی تفسیر القرآن، الحجه فیما نزل فی القائم الحجه، نور الانوار فی تفسیر القرآن، الهادی ومصباح النّادی، امامت، احتجاج المخالفین علی امامه علی بن ابی طالب امیر المومنینؑ، فضائل علی والائمه من ولده، فضل الشّیعه (مناقب الشّیعه)، مناقب امیر المومنین، تاریخ اسلام، سیر الصّحابه، تعریف رجال من لا یحضره الفقیه اور مقتل ابی عبدالله الحسین علیه السلام۔

۵۸۔ علامہ محمد باقر مجلسی (۱۰۳۷ھ۔ ۱۱۱۰ھ)

آپ ایران کے شہر اصفہان میں ۱۰۳۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ تمام علوم کے جامع عرب وعجم کے مقتدا، امت کے رہبر، زاہد و عبادت گزار، عادل، متقی، پرہیزگار تھے۔ آپ کو مجلسی اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد میں سے ایک بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر مجلس امام زمانہ میں پیش کیا گیا۔ اس لیے آپ کو مجلسی کہتے ہیں۔ آپ علم معقول و منقول اور ریاضی وغیرہ میں صاحب فن تھے۔ جیسا کہ بحار میں عقلی مطالب پیش کرتے ہوئے تمام حکما کے شبہات، دلائل، اقوال اور جو چیزیں انہوں نے رد کی ہیں سب کا ذکر کرتے ہیں۔ شام، اردن اور عراق میں ۷۰۰۰۰ ہزار سنی مسلک کے افراد آپ کی تعلیمات کی بدولت شیعہ ہو گئے۔ آپ نے بہت سی کتب بھی مرتب کیں۔ جن میں بحار الانوار، مراۃ العقول، ملاذ الاخیار، حق الیقین، حلیة المتقین اور جلاء العیون ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں محمد تقی مجلسی (والد)، حسین خوانساری، محمد صالح مازندرانی، ملا حسین

فیض کاشانی، سید علی خان مدنی شامل ہیں۔ جبکہ آپ کے شاگردوں میں سید نعمت اللہ جزائری، جعفر بن عبداللہ کمرہ ای، سلمان بن عبداللہ ماخوری بحرانی، عبدالرزاق گیلانی شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۱۱۱۰ھ میں ہوئی اور آپ کو اصفہان ہی میں دفن کردیا گیا۔ ان کے بارے میں معروف ہے کہ انھیں مسجد عشق کے اس حجرہ میں دفن کیا گیا جہاں آپ درس وتدریس میں مشغول رہتے تھے۔ آج بھی ان کی قبر مسجد عشق اصفہان کے دروازے کے اندر موجود ہے۔

۵۹۔ علامہ وحید بہبہانی (۱۱۱۶ھ۔ ۱۲۰۸ھ)

آپ کی ولادت ۱۱۱۶ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا اصلی نام محمد باقر بن محمد اکمل وحید بہبہانی ہے۔ آپ اپنے وقت کے بڑے جید عالم، زمانہ کی نادرالوجود شخصیت، فاضل لاثانی، اصول اور فروع کی مضبوط عمارت اور تحقیق وتدقیق میں بے مثال تھے۔ علامہ وحید بہبہانی کے والد علامہ جمال خوانساری کے شاگردوں میں سے تھے جو علامہ مجلسی سے صاحب اجازہ تھے۔ آپ کچھ عرصہ بہبہان میں رہنے کے بعد کربلا چلے گئے۔ آپ اپنے والد کے شاگردوں میں سے تھے۔ اپنے والد کے علاوہ آپ نے سید محمد طباطبائی بروجردی اور سید صدرالدین قمی سے تعلیم حاصل کی۔ آپ سے مستفیض ہونے والوں میں علامہ بحرالعلوم سید مہدی، شیخ جعفر کاشف الغطاء، مولوی مہدی نراقی شامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۰۸ ہجری میں کربلا میں ہوا اور آپ کو سیدالشہداء کے حرم میں ہی دفن کیا گیا۔

۶۰۔ علامہ بحرالعلوم (۱۱۵۵ھ۔ ۱۲۱۲ھ)

آپ کا اصل نام سید محمد مہدی بن سید مرتضی بن سید محمد حسین طباطبائی بروجردی ہے۔ آپ ان چند مخصوص شخصیات میں سے ہیں جو غیبت کبریٰ میں متعدد مرتبہ امام زمانہ (عج) کی خدمت میں مشرف ہوئے تھے۔ آپ کے حوزۂ درس میں عظیم فقہا، مثلاً شیخ جعفر کاشف الغطاء، سید محمد جواد عاملی، شیخ محمد تقی اصفہانی، ملا احمد نراقی، ابوعلی حائری، شیخ اسد اللہ تستری کی تربیت ہوئی تھی۔ اس زمانے کے فقہاء اور علماء آپ کو بحرالعلوم کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ ۱۱۵۵ ہجری میں کربلا میں پیدا ہوئے اور ۱۲۱۲ ہجری میں نجف میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی معروف تالیفات الدرۃ

مرصیف کے درخشاں ستارے

المنظومه، الفوائد الرجالیہ اور مصابیح الاحکام ہیں۔ آپ استاد بہبہانی کے شاگرد ہیں۔ آپ نے اپنی تعلیم نجف میں مکمل کی۔ آپ کو علم اصول پر عبور حاصل تھا۔ آپ کے دروس میں اہل سنت کے علماء بھی تشریف لاتے اور مستفیض ہوتے۔ سید جواد عاملی صاحب کتاب مفتاح الکرامہ در شرح قواعد آپ کے شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ آپ نے مکہ معظمہ میں حرم الٰہی میں کچھ عرصہ گزارا اور وہاں پر بھی علوم آل محمد کی تدریس فرماتے رہے۔

۶۱۔ آیت اللہ شیخ جعفر کاشف الغطاء (۱۱۵۴ھ۔ ۱۲۲۸ھ)

آیت اللہ شیخ جعفر کاشف الغطاء ۱۱۵۴ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ آیت اللہ وحید بہبہانی اور سید مہدی بحرالعلوم کے شاگرد ہیں۔ فقہ کے حوالے سے آپ کی کتاب "کشف الغطاء" بہت مشہور ہے۔ فقہ میں آپ کے نظریات بہت دقیق اور گہرے ہیں۔ آپ اپنے زمانے کے عظیم فقیہ اور مجتہد تھے۔ آپ نے فقط فقہ پر عظیم الشان کام نہیں کیا بلکہ نہایت لائق اور ہونہار طلبہ کی بھی تربیت کی۔ ان کے چار بیٹے تھے جو تمام علماء ہوئے اور اجتہاد کے درجے پر پہنچے۔ ان کے پانچ داماد تھے وہ بھی سب کے سب ان کے شاگرد تھے اور فقاہت میں انھوں نے بہت نام پیدا کیا۔ ان کے دیگر شاگردوں میں سید جواد عاملی، شیخ محمد حسن نجفی "صاحب جواهر الکلام"، سید محمد باقر "صاحب انوار"، الحاج محمد ابراہیم کرباسی "صاحب اشارات"، سید باقر قزوینی، آقا جمال اور شیخ حسین نجفی وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کی تالیفات میں آپ کی اہم ترین کتاب (کشف الغطاء) کے علاوہ شرح قواعد علامہ، کتاب الطهارة، بغیة الطالب در طہارت و نماز، العقائد الجعفریہ فی اصول الدین، غایة المامول فی علم الاصول، شرح الهدایة لطباطبائی اور دیگر اہم کتب شامل ہیں۔ آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اپنی مرجعیت کے زمانہ میں نجف اشرف سے ایران کے بڑے بڑے شہروں میں تشریف لے جاتے اور وہاں پر جہاں پر علماء آپ سے استفادہ کرتے وہاں پر حکمران آپ سے خوفزدہ رہتے۔ غریب عوام آپ کی آمد کے منتظر رہتے کہ آپ ان کی مالی مشکلات حل فرمائیں گے۔ آپ صاحب کرامت تھے۔ انتہائی متقی اور بہت ہی رعب و دبدبہ کے مالک تھے۔ ۱۲۲۸ ہجری میں آپ اس

دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے۔

۶۲۔ سید محمد مجاہد (۱۱۸۰ھ۔ ۱۲۴۲ھ)

سید محمد مجاہد جن کا اصل نام آیت اللہ سید محمد طباطبائی ہے ۱۱۸۰ھ میں کربلا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا علامہ محمد باقر بہبہانی جو وحید بہبہانی کے نام سے مشہور ہیں اپنے زمانے کے بے نظیر فقیہ تھے۔ آپ نے اپنے والدِ گرامی سید علی طباطبائی کے علاوہ علامہ بحر العلوم اور شیخ جعفر کاشف الغطاء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ آپ کے شاگردوں میں سید ابراہیم موسوی قزوینی، مولی محمد صالح برغانی، ملا محمد نوری، ملا حسن یزدی، شیخ احمد کرمانشاہی، ملا اسد اللہ بروجردی، ملا صفر علی لاہیجانی، شریف العلما مازندرانی اور سید شفیع بروجردی شامل ہیں۔ ۱۲۱۶ھ میں جب آپ کربلا میں تھے تو آپ پر وہابیوں نے حملہ کر دیا جس میں ۳۰۰۰ سے زیادہ علماء شہید ہو گئے جبکہ امام حسین علیہ السلام کے روضۂ مبارک کا بہت بڑا حصہ بھی تباہ کر دیا گیا۔ تاہم آپ کی جان محفوظ رہی اور آپ اصفہان چلے گئے۔ ۱۰ سال تک اصفہان میں تدریس و تعلیم میں مصروف رہے۔

آپ کی اصولِ فقہ پر دو تالیفات انتہائی قابلِ ذکر ہیں جن میں ایک "المفاتیح فی الاصول" جبکہ دوسری "المناهل فی فقه آل الرسولؐ" ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی تالیفات میں الوسائل الی النجاة، جامع الاخبار، الجهادیہ اور مشکوة الجهاد (ترجمہ مصابیح الجهاد) وغیرہ شامل ہیں۔

آپ ۱۲۴۲ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کا مدفن کربلا میں واقع ہے۔

۶۳۔ سید عبداللہ شبر (مجلسیٔ ثانی) (۱۱۸۸ھ۔ ۱۲۴۲ھ)

سید عبداللہ علوی حسینی موسوی بن سید محمد رضا شبر جو "عبداللہ شبر" کے نام سے مشہور ہیں، تیرھویں ہجری کے مشہور علماء، فقہاء اور محدثین امامیہ میں سے ہیں۔ آپ ۱۱۸۸ھ میں نجف اشرف کے ایک علمی و مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ اوائل جوانی سے ہی حصولِ علم میں

معروف ہو گئے تھے پھر آپ اپنے والد کے ہمراہ حصول علم کے لیے کاظمین تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنے والد کے علاوہ آیت اللہ سید محسن اعرجی (م ۱۲۲۷ھ) اور فقیہ اسد اللہ بن اسماعیل شوشتری (م ۱۲۳۷ھ) سے بھی کسب فیض کیا۔

آپ شیخ جعفر کاشف الغطا اور میرزا قمی کے معاصر میں سے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ جعفر جبلی، شیخ احمد بلاغی، سید علی عاملی، شیخ محمد اسماعیل خالصی، شیخ اسماعیل اور شیخ مہدی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ ۱۲۴۲ھ میں کاظمین میں ۵۴ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ اپنے پیچھے علوم کا خزانہ چھوڑ گئے جس میں تفسیر، فقہ، کلام، اصول، حدیث اور رجال وغیرہ کے علوم میں آپ کی کتب شامل ہیں۔ آپ نے قرآن حکیم کی کئی تفسیریں لکھیں جن میں صفوة التفسیر، تفسیر الوجیز اور الجوہر الثمین فی تفسیر القرآن المبین بہت مشہور ہیں۔

۶۴۔ شیخ محمد حسن صاحب الجواہر (۱۲۰۰ھ۔ ۱۲۶۶ھ)

شیخ محمد حسن نے فقہ پر اپنے مکمل دورہ پر مشتمل جواہر الکلام کی وجہ سے دائمی شہرت و عظمت حاصل کی جو ۴۰۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ۱۲۰۰ھ یا ۱۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶۶ھ میں اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔ آپ نے شیخ جعفر کبیر کاشف الغطاء اور ان کے فرزند آیت اللہ شیخ موسیٰ کاشف الغطاء، آیت اللہ سید جواد عاملی (صاحب مفتاح الکرامۃ) اور آیت اللہ سید محمد مجاہد (م ۱۲۴۲ھ) سے کسب فیض کیا۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ مرتضیٰ انصاری، آیت اللہ شیخ جعفر شوستری، آیت اللہ شیخ محمد حسن آل یٰسین، آیت اللہ حاج شیخ محمد حسین کاظمی وغیرہ شامل ہیں۔

۶۵۔ شیخ مرتضیٰ انصاری (۱۲۱۴ھ۔ ۱۲۸۱ھ)

شیخ مرتضیٰ انصاری نجف کے رہنے والے تھے اور آپ یہیں دفن ہیں۔ آپ نے ۱۲۱۴ ہجری میں آنکھ کھولی اور ابتدائی تعلیم حاج ملا نراقی سے حاصل کی۔ آپ کا شمار ممتاز ترین فقہاء میں ہوتا ہے۔ پھر شریف العلماء مازندرانی کی شاگردی اختیار کی۔ اس کے علاوہ آیت اللہ شیخ محمد حسن

(صاحب الجواهر)، آیت اللہ سید محمد مجاہد، آیت اللہ اسد اللہ بروجردی، آیت اللہ شیخ علی کاشف الغطاء اور آیت اللہ شیخ موسیٰ کاشف الغطاء سے علم حاصل کیا۔ یاد رہے کہ آیت اللہ سید محمد مجاہد کو آیت اللہ وحید بہبہانی سے تلمذ حاصل تھا۔ آپ کی معروف تالیفات میں رسائل و مکاسب کے علاوہ رسالہ درباب حجیت اخبار، رسالہ برائت، رسالہ استصحاب، رسالہ تراجیح، رسالہ درقرعہ، رسالہ در تقیہ اور دیگر بہت سی کتب شامل ہیں۔ آپ کی کتب رسائل و مکاسب حوزہ علمیہ نجف، قم اور پاکستان کے اکثر بڑے دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہیں۔ آپ کو حضرت صاحب الزمانؑ سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔

آپ کے معروف شاگردوں میں میرزا بزرگ شیرازی، شیخ کاظم خراسانی (صاحب الکفایۃ)، میرزا حبیب اللہ رشتی اور میرزا حسن آشتیانی کے علاوہ محدث نوری شامل ہیں۔ آپ ۱۲۸۱ ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ نجف میں امیر المومنین حضرت علیؑ کے حرم میں دفن ہیں۔

۲۶۔ ملا ہادی سبزواری (م: ۱۲۸۹ھ)

ملا ہادی سبزواری ۱۲۱۲ ہجری میں ایران کے شہر سبزوار میں پیدا ہوئے۔ سبزوار سے آپ حوزۂ علمیہ مشہد میں آگئے اور مصروف تعلیم ہو گئے۔ دس برس تک جوار امام رضاؑ میں کسب فیض کرتے رہے۔ وہاں سے حج کی غرض سے روانہ ہوئے، اصفہان پہنچے تو حج میں ابھی کچھ عرصہ باقی تھا لہٰذا وہیں مشغول تعلیم ہو گئے۔ وہاں کی علمی فضا میں ایسے محو ہوئے کہ آٹھ برس تک اس دور کے عظیم علماء سے مشغول استفادہ ہو گئے۔ ۱۲۳۲ ہجری میں مشہد واپس پہنچے اور عربی ادبیات، اصول اور فقہ کے دروس کا آغاز کیا۔ البتہ آپ کی اصل شہرت حکمت اور فلسفہ کی وجہ سے ہے۔ آپ کے اساتذہ میں محمد ابراہیم کرباسی، آقا شیخ محمد تقی، ملا علی مازندرانی نوری اصفہانی اور ملا اسماعیل کوشکی شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں اخوند ملا محمد کاظم خراسانی (مؤلف "کفایۃ الاصول")، ملا محمد کاظم سبزواری، میرزا حسین مجتہد سبزواری، ملا علی سمنانی، شیخ ابراہیم طہرانی (جو شیخ معلم کے نام سے مشہور تھے)، سید احمد رضوی نیشاپوری، میرزا اسماعیل (جو افتخار العلماء طالقانی کے نام سے مشہور ہیں)، میرزا علی نقی (جو صدر العلماء سبزواری کے نام سے مشہور تھے)،

میرزا حسین (امام جمعہ کرمانی)، آقا میرزا محمد یزدی (جو فاضل یزدی کے نام سے مشہور تھے) اور بہت سے دیگر شاگرد شامل ہیں۔ آپ کی تالیفات وتصنیفات میں اسرار الحکمة فی المفتتح المختتم، دیوان حاج ملا هادی، مفتاح الفلاح و مصباح النجاح، شرح الاسماء، النبراس فی اسرار الاساس، حاشیه بر اسفار اربعة ملا صدرالدین شیرازی، حاشیه بر مبدا ومعاد صدرالدین شیرازی، حاشیه بر شرح سیوطی لابن مالک در علم نحو، هدایة الطالبین فی معرفة الانبیاء والائمة المعصومینؑ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۱۲۸۹ ہجری میں ہوئی۔

۶۷۔ آیت اللہ سید حسین کوہ کمری (م: ۱۲۹۹ھ)

سید حسین کوہ کمری جو سید حسین ترک کے نام سے معروف ہیں تبریز کے علاقے اروق میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب چوبیسویں واسطے سے امام حسینؑ سے جا ملتا ہے۔ آپ نے میرزا احمد مجتہد تبریزی، اور ان کے بیٹے میرزا لطف علی (امام جمعہ) اور عراق میں شیخ محمد حسین حائری اصفہانی (صاحب فصول)، سید ابراہیم موسوی قزوینی (صاحب ضوابط)، شیخ محمد حسن نجفی (صاحب الجواهر)، شریف العلماء مازندرانی، شیخ علی کاشف الغطاء اور شیخ مرتضی انصاری کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ استاد بزرگ شیخ مرتضی انصاری کی رحلت کے بعد مرجعیت کے مقام پر پہنچے اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے شاگردوں میں میرزا موسیٰ تبریزی (صاحب اوثق الوسائل)، شیخ حسن مامقانی، ملا محمد شرابیانی، ملا احمد شبستری، سید عبدالمجید گروسی، سید عزیز اللہ تہرانی، ملا علی دماوندی، ملا علی علیاری تبریزی، میرزا جواد آقا تبریزی، شیخ عبداللہ مازندرانی، سید حسن طالقانی اور میرزا محمد علی چہاردہی شامل ہیں۔ آپ کی تالیفات میں رسالهاستصحاب در اصول، المواریث، القضاء، الصلاة، الزکوة، الاجارة، اور مقدمة الواجب شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۹۹ ہجری میں وفات پائی۔

۶۸۔ ملا علی کنی (م: ۱۳۰۶ھ)

ملا علی کنی ۱۲۲۰ ہجری میں تہران کے شمال مغرب میں واقع ایک قصبہ "کن" میں پیدا

فقہ اہل بیت ... ورسول پاک ... علما کے توسط سے

ہوئے۔ ان کے والد کا نام میرزا قربان علی املی تھا۔ وہ حصول تعلیم کے لیے تہران پہنچے اور وہاں سے اصفہان چلے گئے جہاں انھیں سید اسد اللہ اصفہانی جیسے استاد میسر آئے۔ اصفہان سے نجف اشرف پہنچے جہاں شیخ محمد حسن نجفی (صاحب جواھر) ،شیخ حسن کاشف الغطا، شیخ مشکور حولاوی جیسے معماران علم و دانش سے کسب فیض کیا۔ نجف کے علاوہ آپ نے کربلا کے اساتذہ سے بھی علم کی خوشہ چینی کی۔ وہاں آپ نے شریف العلما، مازندرانی اور سید ابراہیم قزوینی سے استفادہ دیا۔

آپ کی تالیفات وتصنیفات میں ارشاد الائمہ ،ایضاح المشتبھات، تحقیق الدلائل فی شرح تلخیص المسائل، تلخیص المسائل، توضیح المقال فی علم الدرایہ والرجال، حاشیہ بر قواعد ، رسالہ استصحاب، رسالہ اوامر و نواھی در رسالۃ مفاھیم و مواعظ شامل ہیں۔ ملا علی کنی اپنے دور کے مراجع میں سے تھے۔ آپ غریبوں اور محروموں کی دستگیری کرتے تھے۔ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۰۶ ہجری کو آپ نے وفات پائی اور آپ کو شہرری میں حضرت شاہ عبدالعظیم کے جوار میں دفن کیا گیا۔

۶۹۔ میرزا سید حسن شیرازی بزرگ (۱۲۳۰ھ۔ ۱۳۱۲ھ)

آپ ۱۲۳۰ھ کو شیراز کے مقام پر پیدا ہوئے اور آپ کی وفات ۱۳۱۲ھ کو ہوئی۔ آیت اللہ میرزا محمد حسن شیرازی جنھیں میرزا شیرازی بزرگ بھی کہتے ہیں، پہلے اصفہان میں زیر تعلیم رہے اور پھر نجف اشرف چلے گئے۔ فقہا امامیہ میں آپ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ انھوں نے صاحب جواہر اور شیخ انصاری کے درس میں شرکت کی اور شیخ انصاری کے بعد مرجعیت عامہ کے مقام تک پہنچے۔ انھوں نے انگریز استعمار کے خلاف حرمت تمباکو کا فتوی دیا۔ جس پر ایران کے شیعوں نے عمل کر کے انگریز سامراج و شیعہ مرجعیت کی حکمرانوں پر بالادستی کی ایک مثال رقم کی۔ آپ کے شاگردوں میں ملا محمد کاظم خراسانی ،سید محمد کاظم طباطبائی یزدی، آیت اللہ میرزا حسین نائینی، میرزا محمد حسین اصفہانی، آیت اللہ آقا رضا ہمدانی، میرزا حسین سبزواری، سید محمد فشارکی رضوی اور میرزا محمد تقی شیرازی شامل ہیں۔

۷۰۔ محدث نوری (۱۲۵۴ھ۔ ۱۳۲۰ھ)

آپ کا نام حسین محمد تقی نوری مازندرانی طبرسی ہے۔ آپ ایک مشہور محدث، مفسر اور شاعر تھے۔ آپ ۱۲۵۴ ہجری میں ایران میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۷۳ ہجری میں آپ نے حصول علم کے لیے عراق کا سفر کیا۔ ۱۲۸۶ ہجری میں آپ نے فریضۂ حج ادا کیا۔ کربلا واپس جاتے ہوئے آپ بیمار ہو گئے اور اسی بیماری کی وجہ سے ۱۳۲۰ھ میں آپ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ نے ملا محمد علی محلاتی، شیخ عبدالرحیم بروجردی، شیخ عراقی، عبدالحسین تہرانی، شیخ اعظم مرتضیٰ انصاری، آخوند ملا فتح علی سلطان آبادی، ملا شیخ علی خلیل، معزالدین، سید مہدی قزوینی، میرزا محمد ہاشم خوانساری اور آیت اللہ حاج ملا علی سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کی معروف کتب میں مواقع النجوم، نفس الرحمان فی فضائل سیدنا سلمان، دارالسلام (در نقش خواب و اخلاق) ہیں۔ محدث نوری ایران میں قاجاری دور میں گزرے ہیں اور انھوں نے اسلامی حکومت کی تشکیل کے لیے کوشش کی۔ مگر حالات موافق نہ ہونے کے باعث آپ عراق چلے گئے جہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور آپ مرجع خلائق ٹھہرے۔

۷۱۔ سید محمد سعید حبوبی (۱۲۶۶ھ۔ ۱۳۳۳ھ)

سید محمد سعید بن سید محمود حبوبی ۱۳ جمادی الثانی ۱۲۶۶ھ میں نجف اشرف میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق حجاز سے تھا جہاں سے آپ کے خاندان نے عراق کی طرف ہجرت اختیار کی۔ آپ نے علامہ شیخ موسیٰ شرارہ عاملی سے اخلاق و ادب کی تعلیم حاصل کی بعد ازاں آخوند ملا حسین قلی ہمدانی جیسے بزرگ مربی اخلاق سے اخلاق و عرفان کی منزلیں طے کیں۔ فقہ و اصول میں آپ نے شیخ محمد حسین کاظمی اور شیخ محمد طٰہٰ نجف سے کسب فیض کیا۔ اس کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں میرزا حبیب اللہ رشتی، شیخ محمد شرابیانی جو فاضل شرابیانی کے نام سے مشہور تھے، آقا رضا ہمدانی (صاحب مصباح الفقیہ) اور شیخ عباس اعسم وغیرہ شامل ہیں۔ طویل عرصہ تک آپ نے فقہ و اصول میں درس اجتہاد دیا۔ آپ اپنے دور کے مرجع تقلید تھے۔ آپ کے شاگردوں میں سے فقیہ مجاہد سید محسن

نقد اہل بیت، حسن درس ل و کر زماں کے توسط سے

حکیم اور نامور ادیب سید عدنان علوی کا نام لیا جا سکتا ہے۔ آپ کی تالیفات میں کتاب فقہ، کتاب اصول، دیوانِ کبیر اور دیگر کئی کتب شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۱۳۳۳ ہجری میں ہوئی۔

۷۲۔ سید محمد کاظم طباطبائی یزدی (م: ۱۳۳۷ھ)

سید محمد کاظم طباطبائی یزدی جو صاحب عروہ کے نام سے شہرت رکھتے ہیں، چودھویں صدی ہجری کے نصف اول کے طراز اول کے شیعہ فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی کتاب "عروۃ الوثقی" کو جہانِ فقہ میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ سید محمد کاظم یزدی ایک زاہد منش انسان تھے جو حوزۂ نجف اشرف میں پروان چڑھے۔ انھوں نے انگریز سامراج کے خلاف جدوجہد میں حصہ لیا۔ آپ یزد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں پر ملا محمد ابراہیم اردکانی اور اخوند زین العابدین عقدائی سے حاصل کی، پھر وہاں سے آپ مشہد مقدس تشریف لے گئے جہاں ہیئت و ریاضیات کی تعلیم حاصل کی۔ انھوں نے حوزۂ علمیہ اصفہان کے اساتذہ سے بھی استفادہ کیا جن میں شیخ محمد باقر نجفی، سید محمد باقر موسوی خوانساری (صاحب روضات الجنات) اور میرزا محمد ہاشم چہارسوقی شامل ہیں۔
۱۲۸۱ ہجری میں آپ نجف اشرف تشریف لے گئے اور میرزا شیرازی کے علاوہ شیخ رازی نجفی اور شیخ مہدی کاشف الغطاء سے کسب فیض کیا۔ آپ کے بعض شاگرد مقام مرجعیت تک پہنچے۔ آپ کے نامور شاگردوں میں چند ایک کے نام یہ ہیں: آیت اللہ شیخ عبدالکریم حائری یزدی، آیت اللہ آقا سید محمد تقی خوانساری، آیت اللہ آقا ضیاء عراقی، آیت اللہ سید حسن مدرس، آیت اللہ حسین بروجردی، آیت اللہ محمد تنکابنی، آیت اللہ شیخ احمد کاشف الغطا، آیت اللہ شیخ محمد حسین کاشف الغطا، آیت اللہ سید عبدالحسین شرف الدین عاملی اور آیت اللہ شیخ فضل اللہ شیخ الاسلام زنجانی۔ آپ کی وفات ۹۱ سال کی عمر میں ۱۳۳۷ ہجری میں ہوئی اور آپ کو امام علی کے حرم میں سپرد خاک کیا گیا۔

۷۳۔ آیت اللہ سید اسماعیل صدر (۱۲۵۸ھ۔ ۱۳۳۸ھ)

آیت اللہ سید اسماعیل صدر ۱۲۵۸ھ کو اصفہان میں پیدا ہوئے۔ چھ سال کے تھے کہ یتیم ہو گئے ان کے بھائی آقا مجتہد سید محمد علی نے ان کی تربیت کی۔ ان کے علاوہ انھوں نے شیخ محمد باقر

مرجعیت کے درخشاں ستارے

اصفہانی، شیخ راضی بن شیخ محمد، شیخ مہدی آل کاشف الغطاء اور میرزا محمد حسن شیرازی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ نجف سے میرزا محمد حسن شیرازی سامرا تشریف لے گئے تو سید اسماعیل صدر بھی سامرا منتقل ہو گئے۔ میرزا محمد حسن شیرازی نے اپنی علالت کے باعث جن تین مجتہدین کو اپنی جگہ پر درس دینے کا حکم دیا ان میں سید اسماعیل صدر بھی شامل تھے۔ اپنے استاد کی زندگی میں ۱۰ سال تک سامرا کے حوزۂ علمیہ میں مشغول تدریس رہے۔ استاد محترم کی رحلت کے ۲ سال بعد کربلا تشریف لائے جہاں آخر عمر تک تدریس کی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ ان کے ممتاز ترین شاگردوں میں شیخ عبدالحسین کرخی، میرزا محمد حسین نائینی، سید ابوالقاسم دھکردی، سید علی سیستانی (جو موجودہ مرجع آیت اللہ سیستانی کے دادا تھے) اور سید حسین بن ابراہیم فشارکی اصفہانی وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے "انیس التجار" پر حاشیہ لکھا۔ ۱۹۸۱ء میں وہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ واپسی پر نجف میں بیمار ہو گئے اور اصفہان تشریف لے گئے۔ ۱۳۰۰ھ میں امام رضا کی زیارت کے لیے مشہد مقدس گئے۔ آپ عقلی و نقلی علوم میں بہت دقت نظر اور وسعت مطالعہ کے حامل تھے۔ سید اسماعیل صدر اپنی عمر کے آخر میں کاظمین تشریف لے گئے اور وہیں پر ۱۳۳۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔

۷۴۔ میرزا محمد تقی شیرازی (۱۲۷۰ھ۔ ۱۳۳۸ھ)

میرزا محمد تقی شیرازی جنھیں میرزائے دوم بھی کہتے ہیں، ۱۲۷۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک عالم، فاضل، کامل اور متقی انسان تھے اور بہت سے نامور شاگردوں کی تربیت کی جن میں فاضل اردکانی بھی شامل ہیں۔ انھوں نے سیاسی جدوجہد ۱۳۰۰ ہجری میں شروع کی جس کے اثرات عراق اور اردگرد کے ممالک پر بھی نمایاں تھے۔ آیت اللہ میرزا نائینی اور میرزا محمد حسین اصفہانی آپ کے معروف شاگردوں میں سے ہیں۔ انھوں نے برطانوی استعمار سے عالم اسلام کی نجات کے لیے شعوری کوششیں کیں۔ آپ ۱۳۳۸ ہجری کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔

۷۵۔ ملا محمد کاظم خراسانی (۱۲۵۵ھ۔ ۱۳۲۹ھ)

ملا محمد کاظم خراسانی جنھیں آخوند خراسانی بھی کہتے ہیں ۱۲۵۵ھ میں مشہد میں پیدا ہوئے۔

آپ بہت بڑے فقیہ اور اپنے زمانے کے مرجع تقلید تھے۔ آپ کے والد ملا حسین ہروی تھے۔ آپ نے ملا ہادی سبزواری سے فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نجف پہنچے تو وہاں پر شیخ انصاری، سید علی شوشتری، میرزا شیرازی، شیخ رازی نجفی اور میرزا مہدی قزوینی سے کسب فیض کیا۔ آپ کی اصول فقہ میں کتاب "کفایۃ الاصول" نے لازوال شہرت حاصل کی۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو آپ کی رحلت ہوئی۔ آپ کی قبر امیر المومنین حضرت علیؑ کے حرم میں واقع ہے۔ آپ کے بعض شاگرد بہت نامور ہوئے جن میں محمد حسین نائینی، محمد رضا تنکابنی، محمد حسین کاشف الغطاء، سید ابوالحسن اصفہانی، سید حسن مدرس و سید ابوالقاسم کاشانی، آیت اللہ حکیم، مرحوم خالصی، علامہ امین عاملی، علامہ شرف الدین عاملی، علامہ آغا بزرگ طہرانی، آیت اللہ بروجردی اور آیت اللہ آقا نورالدین عراقی وغیرہ شامل ہیں۔

۷۶۔ آیت اللہ علامہ نائینی (۱۲۷۶ھ۔ ۱۳۵۵ھ)

آیت اللہ علامہ نائینی ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۷۶ھ میں ایران کے شہر نائین میں پیدا ہوئے اور ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ کو اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ میرزا شیرازی اور سید محمد فشارکی اصفہانی کے نامور شاگردوں میں شامل تھے۔ آپ سے آیت اللہ سید جمال الدین گلپائیگانی، آیت اللہ سید محمود شاہرودی، آیت اللہ شیخ موسیٰ خوانساری، آیت اللہ شیخ محمد علی کاظمی خراسانی، آیت اللہ شیخ محمد حجت کوہ کمری، آیت اللہ سید محسن الحکیم طباطبائی، آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی اور علامہ سید محمد حسین طباطبائی (صاحب المیزان) جیسے نامور فقہا اور علما نے کسب فیض کیا۔ علم اصول میں آپ کا پایہ بہت بلند ہے۔ آپ نے "تنزیہ الملۃ وتنبیہ الامۃ" کے نام سے اسلامی حکومت کے حوالے سے کتاب لکھی۔

۷۷۔ آیت اللہ شیخ عبدالکریم حائری (۱۲۷۶ھ۔ ۱۳۵۵ھ)

آپ ۱۲۷۶ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں سید محمد فشارکی اصفہانی، میرزا شیرازی اور شیخ محمد کاظم خراسانی جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔ آپ ایران کے شہر اراک کے رہنے والے تھے۔

وہاں سے قم تشریف لائے اور حوزہ علمیہ قم کی بنیاد رکھی۔ آپ کے شاگردوں میں آیت اللہ اراکی، آیت اللہ امام خمینی، آیت اللہ سید محمد رضا گلپائیگانی، آیت اللہ سید شہاب الدین نجفی، آیت اللہ فاضل لنکرانی اور دیگر کئی شخصیات مقام مرجعیت تک پہنچیں اور امام خمینی کو تو صدیوں بعد ایک اسلامی حکومت کے قیام کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ۱۳۵۵ ہجری کو اس دار فانی سے دار بقا کی جانب کوچ کر گئے۔

۷۸۔ حاج شیخ عباس قمی (۱۲۹۴ھ۔ ۱۳۵۹ھ)

حاج شیخ عباس قمی (۱۲۹۴ھ۔ ۱۳۵۹ھ) چودھویں صدی ہجری کے مشہور ترین شیعہ محدث تھے اور آپ کا شمار مشائخ روایت میں ہوتا ہے۔ امام خمینی (قدہ) نے بھی ان سے اجازہ حاصل فرمایا تھا۔ شیخ عباس قمی سالہا سال علامہ متبحر (محدث کبیر) میرزا حسین نوری کے ساتھ رہے تھے اور محدث نوری کی تمام تصانیف میں اور استنساخ و مطالب کا اصلی مآخذ سے تقابل کرنے میں ان کے مددگار تھے۔ شیخ عباس قمی محقق و کثیر التالیف انسان تھے۔ آپ کی ایک مشہور تالیف سفینۃ البحار ہے جس کی تالیف میں ۲۷ سال کی مدت صرف ہوئی تھی۔ آپ کی دیگر تصانیف میں مفاتیح الجنان، منتھی الآمال، تتمہ المنتھیٰ، فوائد رضویہ وغیرہ شامل ہیں۔

۷۹۔ آیت اللہ شیخ محمد حسین اصفہانی (کمپانی) (۱۲۹۶ھ۔ ۱۳۶۱ھ)

الحاج شیخ محمد حسین ولد شیخ محمد حسن اصفہانی جو آیت اللہ کمپانی کے نام سے مشہور ہیں، ۱۲۹۶ ہجری میں کاظمین میں پیدا ہوئے۔ وہیں فقہ و اصول کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ کا شمار چودھویں صدی ہجری کے بزرگ ترین اساتذہ میں ہوتا ہے۔ مرحوم کمپانی فقہ، اصول، حدیث، رجال، تفسیر، فلسفہ و حکمت، عرفان، شعر، ادبیات عرب و عجم، تاریخ اور جغرافیہ میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے والد اصفہان کے بہت بڑے علماء میں سے تھے۔ انھوں نے حکمت و فلسفہ کی تعلیم میرزا محمد باقر حکیم سے حاصل کی جنھیں اصطہباناتی بزرگ کہا جاتا ہے۔ وہ بارہ سال تک نجف میں رہے جہاں اس زمانے میں آیت اللہ ہمدانی، علامہ کاظم خراسانی اور سید یزدی صاحب عروہ جیسے بزرگ علماء تھے۔ آپ آیت اللہ نائینی، آیت اللہ ضیا عراقی، آیت اللہ اصفہانی کے ہم عصر تھے۔ انھوں

فقہ اہل بیت نسل در نسل یا کبار علما کے توسط سے

نے علامہ کاظم خراسانی کی اصول فقہ کی معروف کتاب کفایۃ اور شیخ انصاری کی فقہ کی معروف کتاب "مکاسب" کی شرح لکھی۔ اعتقاد اور فلسفے پر بھی ان کی گرانقدر تصنیفات ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں سید محمد حجت کوہ کمری، سید حسین طباطبائی بروجردی، سید ہادی میلانی، سید محسن الحکیم، آل رضی، آل یسین، سید ابوالقاسم خوئی، سید عبدالاعلیٰ سبزواری، سید محمد کاظم موسوی حسینی اور بہت سے دوسرے شاگرد شامل ہیں۔ جبکہ آپ کی تالیفات میں الاجتہاد و التقلید و العدالۃ، الاصول علی النہج الحدیث، حاشیہ کتاب المکاسب، حاشیہ بر اسفار ملا صدرا، مکاتبات فلسفی و عرفانی، صلاۃ الجماعۃ، ذخیرۃ العباد-توضیح المسائل اور دیگر کئی کتب شامل ہیں۔ آپ نے ۱۳۶۱ ہجری میں نجف اشرف میں رحلت فرمائی۔

۸۰۔ ابوالحسن اصفہانی (۱۲۸۴ھ۔ ۱۳۶۵ھ)

آیت اللہ سید ابوالحسن اصفہانی ۱۲۸۴ھ میں اصفہان کے قریب واقع گاؤں "مدیسہ" میں ایک خاندان علم وکمال میں پیدا ہوئے۔ آپ کاظمی سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے دادا سید عبدالحمید نجف اشرف کے بزرگ علماء میں سے تھے۔ آپ نے کاشان میں اخوند کاشی، آقا سید محمد باقر، جہانگیر خان قشقائی، میرزا ابوالمعالی (کلباسی) وغیرہ سے کسب فیض کیا۔ اصفہان سے آپ نجف اشرف تشریف لے گئے اور وہاں کے بزرگ علماء سے کسب فیض کیا جن میں میرزا حبیب اللہ رشتی، آخوند خراسانی، سید محمد کاظم طباطبائی یزدی، میرزا محمد تقی شیرازی اور شیخ الشریعہ اصفہانی شامل ہیں۔ آیت اللہ میرزا حسین نائینی کی وفات کے بعد آیت اللہ اصفہانی مرجعیت کے منصب پر پہنچے۔ آپ نے ہزاروں فاضل اور فقیہ پیدا کیے جن میں سید محمد حجت کوہ کمری، سید عبدالہادی شیرازی، سید جمال الدین گلپایگانی، سید محمود شاہرودی، سید صدرالدین صدر، سید محمد ہادی میلانی، سید عبداللہ شیرازی، سید عبدالاعلیٰ سبزواری، علامہ طباطبائی، سید اسداللہ مدنی اور سید عبدالحسین دستغیب شامل ہیں۔ آپ کی کتب میں شرح کفایۃ الاصول، حاشیہ بر عروۃ الوثقی، حاشیہ بر ذخیرۃ العباد، وسیلۃ النجاۃ، صراط النجاۃ، انیس المقلدین اور تحفۃ العوام شامل ہیں۔ آیت اللہ اصفہانی ۱۳۶۵ھ میں کاظمین میں وفات پا گئے۔

۸۱۔سید علی قاضی طباطبائی (۱۲۸۲ھ۔ ۱۳۶۶ھ)

علامہ سید علی قاضی طباطبائی جو علامہ قاضی کے نام سے مشہور ہیں ۱۲ ہجری کے اواخر یعنی ۱۲۸۲ ہجری میں تبریز میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد سید حسین قاضی تھے۔آپ میرزا حسن شیرازی کے ممتاز شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔دنیائے عرفان میں آپ کا مرتبہ بہت بلند سمجھا جاتا ہے۔ ۱۳ سال کی عمر میں آپ نجف پہنچے جہاں آپ نے فاضل شربیانی، شیخ محمد ممقانی، شیخ فتح اللہ شریعت اور آیت اللہ کاظم خراسانی جیسے افاضل سے کسب فیض کیا۔آپ ۲۷ سال کی عمر میں مرتبہ اجتہاد تک جا پہنچے۔عربی زبان میں آپ بے نظیر دسترس رکھتے تھے۔تفسیر قرآن میں بھی آپ کی مہارت مسلم ہے۔علامہ طباطبائی (صاحب المیزان) کا قول ہے کہ آیہ بآیہ تفسیر کی روش ہم نے مرحوم قاضی سے سیکھی ہے۔نیز علامہ طباطبائی کا کہنا ہے کہ فقہ الحدیث بھی ہم نے آپ ہی سے سیکھی ہے۔آپ کے معروف شاگردوں میں آیت اللہ حسن علی نجابت شیرازی، آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیب، آیت اللہ محمد تقی بہجت فومنی، آیت اللہ خوئی، آیت اللہ میرزا امیر ہادی زادہ، سید ہاشم حداد، علامہ طباطبائی، علامہ سید محمد حسن الٰہی طباطبائی، آیت اللہ محمد تقی آملی، آیت اللہ سید عبدالکریم کشمیری شامل ہیں۔آپ کی وفات ۸۳ سال کی عمر میں ۱۳۶۶ ہجری میں نجف اشرف میں ہوئی اور آپ کو آپ کے والد کے پاس وادی السلام میں دفن کیا گیا۔

۸۲۔علامہ سید محسن امین عاملی (۱۲۸۴ھ۔ ۱۳۷۱ھ)

علامہ سید محسن عاملی ۱۲۸۴ ہجری میں لبنان کے شہر جبل عامل میں پیدا ہوئے۔آپ کا خاندان علم و عمل کے ساتھ ساتھ محبت اہل بیت کے حوالے سے مشہور تھا۔انھوں نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید کی تعلیم اپنی مادر گرامی کے ذریعے شروع کی اور علم بیان اور منطق کے حصول کے لیے ۱۳۰۰ ہجری میں شہر کا رخ کیا۔ ۱۳۰۸ ہجری میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے عراق کا سفر کیا اور نجف اشرف میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔نجف اشرف میں آپ کے اساتذہ میں سید محمد حسین امین، سید جواد مرتضی، سید نجیب الدین فضل اللہ عاملی، سید علی امین، سید احمد

نوٹ: جن حیث نسل در نسل یا کبار علما کے توسط سے

کربلائی، شیخ محمد باقر نجم آبادی، شیخ ملا فتح اللہ، اخوند خراسانی، شیخ آقا رضا ہمدانی اور شیخ محمد طہٰ نجف شامل ہیں۔ آپ کی تالیفات بہت زیادہ ہیں جن میں سے تاریخ جبل عامل، البحر الزخار فی شرح احادیث الائمۃ الاطہارؑ، حذف الفضول عن علم الاصول، حاشیہ بر عروۃ الوثقیٰ، التنزیہ، اعیان الشیعہ اور دیگر کتب شامل ہیں۔ آپ نے طویل علالت کے بعد ۱۳۷۱ ہجری میں وفات پائی۔

۸۳۔ سید حسین طباطبائی بروجردی (۱۲۹۲ھ۔ ۱۳۸۰ھ)

آپ ۱۲۹۲ھ میں بروجرد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید علی طباطبائی تھے اور آپ امام حسن مجتبیٰ کے فرزند حسن مثنیٰ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے نامور اساتذہ میں ملا اخوند خراسانی، علامہ یزدی، آقائے شریعت اصفہانی شامل ہیں۔ ۳۰ سال کی عمر میں ان کا شمار نجف کے اساتذہ میں ہونے لگا۔ وہاں سے آپ قم تشریف لے آئے اور آیت اللہ حائری کی وفات کے بعد مقام مرجعیت تک جا پہنچے۔ انھوں نے اتحاد بین المسلمین کے لیے بہت مفید عملی اقدامات کیے۔ شیخ الازہر شیخ محمود شلتوت سے بہت اچھے تعلقات تھے جنھوں نے فقہ جعفری کو دیگر اسلامی فقہوں میں سے ایک قرار دیا تھا اور جامعۃ الازہر میں فقہ جعفری کی تدریس آپ کے دور میں شروع ہوئی۔ وہ اہلِ سنت کی روایات اور علمائے اہلِ سنت کے فتاویٰ کو بھی اہمیت دیتے تھے۔ آپ ۱۳۸۰ھ میں فوت ہوئے۔ قم کی مسجدِ اعظم میں آپ کا مزار بہت نمایاں ہے۔ آپ نے من لا یحضرہ الفقیہ، تہذیب اور استبصار جیسی کتابوں پر ضمیمہ لکھا۔ اخوند خراسانی کی ''کفایۃ'' اور جناب طوسی کی ''نہایۃ'' پر حاشیہ لکھا۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت آیت اللہ امام خمینیؒ، آیت اللہ صافی گلپائیگانی، آیت اللہ فاضل لنکرانی، آیت اللہ مکارم شیرازی، آیت اللہ شبیری زنجانی وغیرہ شامل ہیں۔

۸۴۔ آیت اللہ محمد تقی بہجت (۱۳۳۴ھ۔ ۱۳۸۸ھ)

آیت اللہ محمد تقی بہجت فومنی ۱۳۳۴ ہجری کے آخر میں ایک دیندار اور متقی گھرانے

مرجعیت کے نشان ہے۔

میں مذہبی شہر فومن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سولہ سترہ سال کی عمر میں ایک وبائی بیماری میں مبتلا ہو کر مستقل صاحب فراش ہو گئے اور ان کے زندہ بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو ایک دن انھوں نے ایک گمنام آواز سنی کہ اسے کچھ نہ کہو کیونکہ یہ محمد تقی کا باپ ہے۔ جب آنکھ کھلی تو انھوں نے دیکھا کہ ان کی حالت بہتر ہو رہی ہے اور بالآخر انھیں شفائے کامل مل گئی۔ یہ واقعہ آیت اللہ بہجت کے والد کے ذہن سے محو ہو گیا۔ خدا نے انھیں ایک بیٹا دیا جس کا نام انھوں نے مہدی رکھا۔ اس کے بعد ایک بیٹی اور پھر تیسرے بیٹے کا نام محمد حسین رکھا۔ جب چوتھا بیٹا پیدا ہوا تو انھیں اپنی صحت یابی والا واقعہ یاد آیا تو انھوں نے چوتھے بیٹے کا نام محمد تقی رکھا لیکن وہ بچپن میں ہی حوض میں گر کر فوت ہو گیا۔ بالآخر انھوں نے اپنے پانچویں بیٹے کا نام دوبارہ محمد تقی رکھا۔ جو کہ بڑا ہو کر آیت اللہ بہجت کے نام سے معروف ہوا۔ آپ کے والد کا نام کربلائی محمود بہجت تھا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم ایک بنیادی سکول سے حاصل کی اور پھر اپنے ہی شہر میں علم دین حاصل کیا۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد انھوں نے چودہ سال کی عمر میں عراق کا رخ کیا اور کربلائے معلی میں اقامت اختیار کی۔ وہ چار سال کربلائے معلی میں رہے اور سید الشہداء کے حرم میں فیوض و برکات حاصل کی اور تزکیہ نفس کیا اور کربلا کے بزرگ اساتذہ سے فقہ اور اصول کی تعلیم حاصل کی۔ وہ معنوی مقام حاصل کرنے کے سلسلے میں اپنے استاد آیت اللہ نائینی کا اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ان کے معروف اساتذہ میں آیت اللہ سید ابوالحسن اصفہانی، آقا ضیاء عراقی، میرزا نائینی، آیت اللہ حاج شیخ محمد حسین غروی قابل ذکر ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں آیت اللہ مصباح یزدی، آیت اللہ مسعودی، آیت اللہ محمد حسین احمدی فقیہ یزدی، سید مہدی روحانی، علی پہلوانی تہرانی، مختار امینیان، سید رضا خسروشاہی، اسماعیل عابدی، حسن لاہوتی، سید محمد مومنی، محمد کریم پارسا، جواد محمد زادہ تہرانی، سید صابر مازندرانی، شہید آیت اللہ نمازی شیرازی اور مہدی ہادوی کا شمار آپ کے ہونہار شاگردوں میں ہوتا ہے۔ آیت اللہ بہجت کی فقہ و اصول میں بہت زیادہ تالیفات ہیں۔ آپ اپنی اکثر کتابوں کو چھپوانے کا اہتمام نہیں کرتے تھے اور بعض اوقات کسی اور کو بھی اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ البتہ آپ کے بعض شاگردوں نے متعدد کتابوں کو چھپوا دیا ہے جن میں رسالۃ توضیح المسائل، مناسک حج، وسیلۃ النجاۃ اور جامع المسائل چھپ چکی

نقد ۱۲۔ ایف جسل ورنسل پاکباز علما کے توسط سے

ہیں جبکہ آپ کی متعدد تالیفات طباعت کے مراحل میں ہیں۔آپ کی وفات ۱۳۸۸ ہجری میں ہوئی اور آپ کو حرم فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا میں دفن کیا گیا۔

۸۵۔آیت اللہ العظمیٰ سید محسن حکیم طباطبائی (۱۳۰۶ھ۔ ۱۳۹۰ھ)

آپ ۱۳۰۶ھ کو عراق کے شہر نجف اشرف میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد الحاج سید حکیم اپنے زمانے کے مرجع تقلید تھے۔آپ ابھی سات سال کی عمر میں تھے کہ آپ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔آپ کی تعلیم وتربیت آپ کے بڑے بھائی سید محمود حکیم نے کی۔آپ نے ابتدائی تعلیم نجف اشرف میں حاصل کی۔آپ نے درس خارج آیت اللہ سید محمود کاظم یزدی، آخوند شیخ محمد کاظم خراسانی، شیخ الشریعہ سید ابوتراب انصاری، مرزا حسین نائینی، آغا ضیاء الدین عراقی اصفہانی، سید محمد سعید حبوبی اور شیخ علی باقر جواہری سے پڑھا۔آپ اپنے زمانے کے مرجع تقلید تھے۔

آپ کے شاگردوں میں معروف شہید آیت اللہ محمد باقر الصدر، آیت اللہ شہید مدنی، علامہ محمد تقی جعفری، آیت اللہ وحید خراسانی، آیت اللہ شیخ محمد مہدی شمس الدین لبنانی اور شیخ نور اللہ شبستری شامل ہیں۔آپ نے ۲۷ ربیع الاول ۱۳۹۰ ہجری کو دار فانی سے کوچ فرمایا۔آپ نے حوزۂ علمیہ نجف اشرف کو سب سے زیادہ رونق بخشی۔آپ کے زمانے میں حوزۂ علمیہ نجف میں ۱۲۰۰ طلاب زیر تعلیم تھے۔آپ کی علم دوستی اور دور اندیشی کی وجہ سے طلبا کی یہ تعداد بڑھ کر ۸۰۰۰ تک جا پہنچی جن میں ایرانی، پاکستانی، ہندوستانی، لبنانی اور عرب ممالک کے طلبا شامل تھے۔آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں معروف مستمسک العروۃ الوثقیٰ، نہج الفقاھہ، حواشی بر نجاۃ العباد، حقائق الاصول شرح بر کفایۃ الاصول اور دلیل المناسک شامل ہیں۔

۸۶۔آیت اللہ العظمیٰ شہید باقر الصدر (۱۳۵۳ھ۔ ۱۴۰۰ھ)

آیت اللہ شہید باقر الصدر ۱۳۵۳ ہجری میں کاظمین میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد آیت اللہ سید حیدر صدر، مراجع تقلید میں سے تھے۔آپ کا تعلق کاظمی سادات سے ہے۔آپ کے خاندان میں علماء و مجتہدین بہت کثرت سے ہوئے اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔والد کی وفات

مرجعیت کے درخشاں ستارے

کے بعد آپ اپنے بھائی سید اسماعیل صدر کی زیر تربیت پروان چڑھے۔ بچپن میں ہی آپ کے اندر نبوغ اور اعلیٰ صلاحیتوں کا اظہار ہونے لگا تھا۔ ابتدائی تعلیم کاظمین میں حاصل کی۔ آپ درسی کتب کے ساتھ ساتھ جدید موضوعات میں بھی دلچسپی لینے لگے۔ جدید فلسفی موضوعات اور نظاموں کا آپ نے گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ کاظمین سے آپ مزید تعلیم کے لیے نجف اشرف پہنچے جہاں آپ نے آیت اللہ شیخ محمد رضا آل یسین اور آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی سے تربیت حاصل کی۔ حضرت آیت اللہ الخوئی نے شہید باقر الصدر کی قابلیت دیکھتے ہوئے ان سے فرمایا: آپ میری کتاب منہاج الصالحین اور مناسک حج پر اپنے فتاویٰ کا اختلافی نوٹ لکھیں اور اپنے مقلدین کو دیں۔ آپ کا اپنے استاد کے زمانہ میں منصب مرجعیت پر فائز ہونا آپ کی علمی قابلیت کا بین ثبوت ہے۔ آپ نے دنیائے علم و سائنس میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ مغرب و مشرق کے غیر مسلم مفکرین آپ سے بہت زیادہ متاثر تھے اور آپ کو فکری انقلاب کا امام مانتے تھے۔

آپ کی پہلی کتاب "منطق" کے موضوع پر تھی جو آپ نے ۱۱ سال کی عمر میں لکھی۔ آپ کے سکول کے اساتذہ بیان کرتے ہیں کہ سید محمد باقر فکری لحاظ سے اپنے اساتذہ سے بہت آگے تھے۔ یہ غیر معمولی استعداد کے مالک تھے حد بلوغ سے پہلے اجتہاد پر فائز ہو چکے تھے۔ ۱۳۷۰ھ میں شیخ مرتضیٰ آل یسین کی وفات کے بعد ان کے رسالۂ عملیہ پر تعلیقہ لکھا جس کا نام "بلغۃ الراغبین" ہے۔ آپ کی اس قابلیت کو دیکھ کر شیخ عباس رمیثی نے کہا کہ آپ پر تقلید حرام ہے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ آپ ایک مسلّم مجتہد ہیں۔ ۱۳۷۸ھ میں آپ نے باقاعدہ اصول فقہ کی اجتہادی کلاسوں کا آغاز کر دیا۔ یہ دورہ ۱۳۹۱ھ تک جاری رہا۔ فقہ کا درس اجتہاد آپ نے ۱۳۸۱ھ میں شروع کیا جو ایک طویل عرصہ تک جاری رہا۔ آپ کے نامور شاگردوں میں شہید سید محمد باقر حکیم، سید نور الدین اشکوری، سید محمود ہاشمی، شیخ محمد رضا نعمانی، سید کاظم حسینی حائری، سید عبدالغنی اردبیلی، سید عبدالعزیز حکیم، شہید سید عز الدین قبانچی، سید حسین صدر، سید محمد صدر، سید صدر الدین قبانچی، شیخ غلام رضا عرفانیان اور شیخ محمد باقر ایروانی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کے آثار و تالیفات میں اقتصادنا، الاسس المنطقیہ للاستقراء، فلسفتنا، غایۃ الفکر فی علم الاصول، موجز احکام الحج، منہاج الصالحین، التفسیر

الموضوعی فی القرآن، الفتاوی الواضحه، حول الولایۃ، حول المھدیؑ، رسالتنا، المعالم الجدیدۃ للاصول، دستور الحکومۃ الاسلامیہ،بحوث فی شرح العروۃ الوثقی، المدرسۃ الاسلامیہاور دیگراہم کتب شامل ہیں۔ جبکہ آپ کا بہت سارا علمی خزانہ ضائع ہوگیا۔

آپ ایک مجدد، روشن فکر اور انقلابی انسان تھے آپ نے اسلامی حکومت کے قیام کے لیے علم بلند کیا۔ آپ نے عراق پر حاکم استبدادی جماعت حزب بعث کے ظلم وستم کے خلاف آواز بلند کی۔ آپ اتحاد امت کے داعی اور امام خمینیؒ کے عاشق تھے۔ اسی جرم کی بناء پر آپ کو آپ کی عالمہ وفاضلہ ہمشیرہ سیدہ آمنہ بنت الہدیٰ کے ساتھ ۱۴۰۰ھ میں سابق عراقی ڈکٹیٹر صدام تکریتی کے حکم پر جیل میں شہید کر دیا گیا۔ آپ نے اپنے پیچھے سینکڑوں ہونہار شاگرد چھوڑے ہیں جو آپ کی فکر کو لے کر اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔

۸۷۔ آیت اللہ العظمیٰ سید روح اللہ امام خمینیؒ (۱۳۲۰ھ۔ ۱۴۰۹)

آپ کا اصلی نام سید روح اللہ ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے ملتا ہے اسی وجہ سے آپ موسوی کہلاتے ہیں۔ ایران کے قصبے خمین سے تعلق کی وجہ سے آپ کو خمینی کہا جاتا ہے۔ آپ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ کو اسی شہر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کرنے کے بعد حوزۂ علمیہ قم میں اعلیٰ تعلیم کے لیے تشریف لے آئے۔ آپ کے معروف اساتذہ میں شیخ محمد علی بروجردی، شیخ محمد گلپایگانی، آیت اللہ حسین بروجردی، آیت اللہ عبدالکریم حائری، آیت اللہ عباس عراقی، سید محمد تقی خوانساری، سید ابوالحسن قزوینی، میرزا علی اکبر یزدی اور آیت اللہ شاہ آبادی شامل ہیں۔ آپ کی مشہور تالیفات میں تفسیر سورہ حمد، آداب الصلوۃ، ولایت فقیہ، شرح دعائے سحر، چھل حدیث،تحریر الوسیلہ،سر الصلوۃ، توضیح المسائل، جہاد اکبر، رسالہ نجات العباد، دیوان عرفان شامل ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی تمام تقریروں اور بیانات کو یکجا کر کے کتابی شکل میں "صحیفہ نور" کے نام سے شائع کیا گیا ہے جو بہت ہی گراں قدر سرمایہ ہے۔ آپ کے شاگردوں میں

بہت سے مقام مرجعیت تک پہنچے جن میں آیت اللہ فاضل لنکرانی، آیت اللہ مکارم شیرازی، آیت اللہ جعفر سبحانی، آیت اللہ سید علی خامنہ ای، آیت اللہ منتظری، آیت اللہ جوادی عاملی، آیت اللہ ہاشم عاملی، آیت اللہ حسین مظاہری، آیت اللہ موسوی اردبیلی، آیت اللہ شبیری اور دیگر کئی ایک شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے سینکڑوں ممتاز شاگرد دور حاضر میں حوزۂ علمیہ نجف وقم کے علاوہ پاکستان، ہندوستان، لبنان، شام اور دیگر ممالک میں اسلام کی خدمت کرنے میں ہمہ وقت کوشاں ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں آیت اللہ استاد شہید مرتضی مطہری نے کلام جدید اور فلسفہ میں عالمی شہرت حاصل کی۔ آپ نے ۱۴۰۹ ہجری میں وفات پائی۔

امام خمینی نے جہان اسلام میں ایک ایسا نمایاں کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی کا سہرا آپ کی بابصیرت اور پیمبرانہ قیادت کے سر ہے۔ آپ نے ڈھائی ہزار سالہ شہنشاہیت کے خلاف عملی جہاد کیا۔ آپ نے عالمی طاغوت اور استعمار کے عزائم کو عبرت ناک شکست دی۔ آپ کی برکات سے ایران میں اسلامی حکومت کی داغ بیل پڑی۔ دنیا جس وقت مادی تصور کائنات کی اسیر ہو چکی تھی آپ نے معنویت اور روحانیت کی اقدار کو زندہ کیا۔ ایک بڑے منصب پر فائز ہونے کے باوجود آپ سادگی اور پرہیزگاری میں اپنے اسلاف پاکباز کی زندگی کا عملی نمونہ تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو باہمی اتحاد اور وحدت کا سبق دیا۔ دین اور سیاست کی یکتائی کا بھولا ہوا سبق آپ نے پھر سے یاد دلایا۔ عبادات کے اجتماعی اور سیاسی پہلوؤں کو آپ نے نئے سرے سے اجاگر کیا۔ کروڑوں نوجوانوں کی زندگی کو آپ نے الٰہی راستے کی طرف موڑ دیا۔ آپ نے دنیا کی دوسری بڑی طاقت سوویت یونین کے سربراہ کو الٰہی تصور کائنات کی طرف دعوت دی۔ آپ نے اشتراکی نظام کے زوال کی پیش گوئی کی جو حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔ آپ کی قیادت میں آنے والے انقلاب کی موجیں آپ کی رحلت کے بعد بھی آگے بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ آپ بیک وقت فقیہ اعظم، عارف باللہ، مربیٔ اخلاق، رہبر یگانہ، خطیب دبیر اور ادیب وشاعر تھے۔ آپ کے وجود سے اسلام نے حیات نو پائی اور دنیا کے محروم اور پسے ہوئے عوام کے دلوں میں امید کی کرن جاگ اٹھی۔

آپ کے بعد رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ خامنہ ای آپ کے جانشین کے

فقہ اہل بیت، بحس درستی پاکباز علماء کے توسط سے

طور پر سامنے آئے جو آپ کا پرچم جرأت مندی سے اٹھائے ہوئے آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تمام مسلمانوں پر قائم رکھے اور انہیں طول عمر عطا فرمائے۔

۸۸۔ آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی نجفی (۱۳۱۵ھ۔ ۱۴۱۱ھ)

آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی نجفی ۱۳۱۵ ہجری میں نجف اشرف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید شمس الدین محمود مرعشی تھا جو اپنے دور کے بزرگ فقہاء میں سے تھے۔ آیت اللہ نجفی نے علوم اسلامی کی ابتدائی تعلیم نجف اشرف میں حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے آیت اللہ ضیاء الدین عراقی اور شیخ احمد کاشف الغطاء کے فقہ و اصول کے دروس میں شرکت کی۔ آپ ۲۷ سال کی عمر میں درجۂ اجتہاد پر پہنچ گئے تھے۔ نجف کے علاوہ آپ نے کاظمین، کربلا، سامرا، قم، تہران اور کرمان شاہ کے دینی مراکز سے کسب فیض کیا۔ شیخ عبدالکریم حائری بھی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ آپ کو آیت اللہ ضیاء عراقی، سید ابوالحسن اصفہانی، شیخ عبدالکریم حائری یزدی اور علامہ کرمان شاہی (جو آخوند خراسانی کے شاگرد تھے) نے اجازۂ اجتہاد عطا کیے۔ آپ نے ۷۰ سال سے زیادہ حوزۂ علمیہ قم میں تدریس کی۔ آپ کے بعض شاگردوں نے بڑی شہرت حاصل کی جن میں سید محمود طالقانی، استاد مرتضیٰ مطہری، ڈاکٹر محمد مفتح، سید مہدی غفنفری خوانساری، محمد رضا مہدوی کنی اور محمد صدوقی شامل ہیں۔ آپ نے مدارس کی تاسیس کے علاوہ ایک عظیم الشان کتاب خانہ قائم کیا جو عالم اسلام کے مایۂ ناز کتاب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کتاب خانے میں اس وقت تک ڈھائی لاکھ سے زیادہ مطبوعہ اور ۲۵۰۰۰ سے زیادہ خطی نسخے موجود ہیں۔ آپ نے ۱۴۸ کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کو شہر مقدس قم سے بہت عشق تھا۔ آپ کا روحانی مرتبہ بہت زیادہ ہے۔

آپ نے ۱۴۱۱ ہجری میں قم میں وفات پائی۔ آپ کو حضرت معصومہ قم کے حرم پاک میں دفن کیا گیا۔

۸۹۔ آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئی (۱۳۱۷ھ۔ ۱۴۱۳ھ)

آپ ۱۵ رجب ۱۳۱۷ھ کو ایران کے شہر آذربائیجان کے خوئی نامی گاؤں میں پیدا

مرحوم کے: درخشاں ستارے

ہوئے۔آپ کے زمانے میں نجف اشرف جہانِ تشیع میں بہت بڑا علمی مرکز سمجھا جاتا تھا۔آپ اپنے والد کے ہمراہ نجف چلے گئے۔آپ نے نجف میں محمد مہدی مازندرانی، ضیاء الدین عراقی اور محمد حسین نائینی اور میرزا محمد حسین اصفہانی سے علم حاصل کیا۔علم اصول اور فقہ میں اجتہاد کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے۔آپ کے ہاں سے ہزاروں تشنگانِ علم نے شرف تلمذ حاصل کیا اور آپ کے بہت سارے شاگرد مرجع تقلید بنے جن میں سے چند مشہور نام یہ ہیں: حضرت آیت اللہ شہید محمد باقر الصدرؒ، آیت اللہ سید نصر اللہ مستنبط، آیت اللہ شیخ جواد تبریزی، آیت اللہ شہید محمد الصدر اور موجودہ مراجع تقلید میں بھی آپ کے شاگرد موجود ہیں جن میں حضرت آیت اللہ حافظ بشیر حسین النجفی، حضرت آیت اللہ شیخ محمد اسحاق فیاض اور حضرت آیت اللہ وحید خراسانی وغیرہ شامل ہیں۔۔آپ کی معروف کتب میں اجود التقریرات، البیان فی تفسیر القرآن، معجم الرّجال الحدیث، تکملة منهاج الصالحین، منتخب المسائل، رسالة العملیه (توضیح المسائل) وغیرہ شامل ہیں۔آپ کے شاگردوں نے آپ کے فقہ اور اصول الفقہ کے دروس کو تحریر کیا جو کہ تقریرات السید الخوئی کے نام سے بہت بڑا علمی سرمایہ ہے۔آپ نے صدام تکریتی کے جبر و استبداد کی حکومت میں انتہائی کٹھن زندگی گزاری۔ آپ کے دور میں صدام حکومت کے خلاف ماہ شعبان میں انقلابی تحریک نجف اشرف سے شروع ہوئی جو پورے عراق میں پھیل گئی۔اس تحریک میں ہزاروں مومنین شہید ہوئے۔اسی دور میں کربلا و نجف میں حرم حسینی کے اندر امام حسین علیہ السلام کے زائرین کا قتل عام ہوا۔اس دور میں ستر سے زائد بڑے علماء کو شہید کیا گیا جن میں سب سے نمایاں ہستی شہید باقر الصدر کی ہے۔ آپ کی زندگی میں آپ کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد مرجعیت شیعہ کے عنوان سے معروف ہوئی ان شاگردوں میں شہید محمد باقر الصدر نمایاں تھے۔موجودہ دور میں بھی نجف اشرف کے موجودہ چاروں مراجع عظام اور قم المقدسہ میں حضرت آیت اللہ وحید خراسانی مرجعیت کے منصب جلیلہ پر فائز ہیں۔آپ کے دور میں امام خمینیؒ کی قیادت میں ایران میں اسلامی انقلاب کامیاب ہوا۔آپ نے ۱۴۱۳ھ میں وفات پائی اور حرم امیر المومنین علیہ السلام سے ملحقہ مسجد خضراء میں آپ دفن ہوئے، یہ وہ مسجد ہے جہاں پر آپ ہزاروں تشنگان علم کو درس خارج دیتے

نقد اہل بیت نسل در نسل پاکبازوں کے توسط سے

تھے اور اس مسجد میں نماز باجماعت بھی پڑھاتے تھے۔

۹۰۔ آیت اللہ سید محمد رضا گلپایگانی (۱۳۱۶ھ۔ ۱۴۱۴ھ)

سید محمد رضا گلپایگانی عصر حاضر کے نامور فقہاء اور مراجع میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا تعلق گلپایگان سے تھا۔ آپ ۱۳۱۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید محمد باقر ہے۔ آپ ۳ سال کے تھے کہ والدہ چل بسیں اور ۹ سال کے تھے کہ والد بھی داغ مفارقت دے گئے۔ آپ کے ابتدائی اساتذہ میں آیت اللہ محمد تقی گوگدی کا نام شہرت رکھتا ہے۔ آیت اللہ عبدالکریم حائری (مؤسس حوزۂ علمیہ قم) اور ان کے بیٹے آیت اللہ شیخ محمد مرتضی حائری نے جب قم ہجرت کی تو اپنے استاد کے ساتھ آیت اللہ گلپایگانی بھی قم تشریف لے آئے۔ ۱۳۵۵ ہجری تک اس عظیم استاد سے کسب فیض کیا۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں سید محمد حسن خوانساری کا نام بھی آتا ہے۔ آپ کو شیخ عبدالکریم حائری اور آقا رضا مسجد شاہی سے اجازۂ اجتہاد اور محدث قمی نے اجازۂ روایت عطا کیا۔ آپ نے ۷۵ سال تدریس کی ہے اور ۶۰ سال درس اجتہاد دیا ہے۔

امام خمینی نے رحلت فرمائی تو ان کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی۔ یہ تاریخ انسانیت کا آج تک کا سب سے بڑی نماز جنازہ تھی جس میں کئی ملین انسانوں نے شرکت کی۔ امام خمینیؒ کی رحلت کے بعد آپ کی مرجعیت کو بہت توسیع حاصل ہوئی۔

آپ کے شاگردوں میں مرحوم آیت اللہ مرتضی حائری یزدی (فرزند آیت اللہ شیخ عبدالکریم حائری) مرحوم آیت اللہ شیخ محمد فکور یزدی، آیت اللہ شہید مرتضی مطہری، آیت اللہ شہید سید محمد علی قاضی طباطبائی، آیت اللہ شہید ڈاکٹر بہشتی، آیت اللہ شہید مدنی، آیت اللہ شہید ڈاکٹر محمد مفتح، آیت اللہ شہید شیخ علی قدوسی، آیت اللہ شہید شیخ مہدی شاہ آبادی، آیت اللہ شہید شیخ عبدالرحیم شیرازی، آیت اللہ مشکینی، آیت اللہ علی اکبر ہاشمی رفسنجانی، آیت اللہ جنتی، آیت اللہ مقتدائی، آیت اللہ علی پناہ اشتہاردی، آیت اللہ محسن حرم پناہی، آیت اللہ شیخ محمد واعظ زادہ خراسانی، آیت اللہ مکارم شیرازی، آیت اللہ لطف اللہ صافی گلپایگانی، آیت اللہ قرائتی اور آیت اللہ شیخ رضا استادی تہرانی جیسے بلند مرتبہ فقہا شامل ہیں۔

آپ نے ۱۴۱۴ ہجری میں ۹۸ سال کی عمر میں قم المقدسہ میں وفات پائی۔ آپ کو حضرت معصومہ قم کے حرم پاک میں دفن کیا گیا۔

۹۱۔ آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای (ولادت: ۱۹۳۹ء)

آیت اللہ سید علی خامنہ ای رجل بھی ہیں اور فقیہ بھی۔ آج کے طاغوت کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں اور ژرف نگہی سے دینی مقاصد کی طرف راہنمائی کا فریضہ بھی انجام دے رہے ہیں۔

امام خمینی جیسی عبقری شخصیت کی رحلت کے بعد دنیا بھر کے مبصرین' اسلامی تحریکوں کے قائدین اور کارکن اور اہل نظر اس امر کی طرف نظریں جمائے ہوئے تھے کہ کون ان کا جانشین منتخب ہوتا ہے اور اتنے بڑے خلا کو کونسی شخصیت پُر کر سکے گی۔ اسی حوالے سے انقلاب کے مستقبل کے بارے میں بھی طرح طرح کے خدشات کا اظہار کیا جا رہا تھا لیکن ایک طویلعرصہ بیت گیا، ایران اپنی سیاسی زندگی کے مختلف مراحل اور اونچ نیچ سے گزرا، لیکن اسلامی جمہوریہ ایران ان سب میں سے کامیابی سے نکل آیا اور دنیا پر یہ حقیقت الم نشرح ہو گئی کہ جس شخص نے امام خمینیؒ کی جانشینی کا منصب سنبھالا ہے وہ اس کی بھرپور لیاقت رکھتا ہے۔

آیت اللہ سید علی خامنہ ای ۱۹۳۹ء میں مشہد مقدس میں علماء کے ایک معروف خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حجۃ الاسلام سید جواد مشہد مقدس کے محترم علماء میں سے تھے۔

دینی تعلیم کے لیے ابتدا میں آپ نے اپنے والد گرامی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ دینی تعلیم کے اعلیٰ ترین درجے میں پہنچے تو آیت اللہ میلانی کے درس اجتہاد میں شریک ہونے لگے۔

۱۹۵۷ء میں آپ عراق گئے۔ نجف میں آیت اللہ حکیم، آیت اللہ خوئی، آیت اللہ شاہرودی اور آقا میرزا باقر زنجانی جیسے اساتذہ کے دروس میں شرکت کی۔ بعدازاں اپنے والد کے حکم پر مشہد واپس آئے۔ کچھ مدت بعد قم چلے گئے۔ قم میں آپ نے امام خمینیؒ، آیت اللہ بروجردی اور علامہ طباطبائی سے کسب فیض کیا۔ آیت اللہ خامنہ ای نے فقہ، اصول، فلسفہ، رجال، درایت اور علم ہیئت میں مہارت حاصل کی۔ آپ سماجی و انقلابی سرگرمیوں کے دوران میں بھی ہمیشہ مطالعات

اور تحقیقات میں مصروف رہے۔

۱۹۶۲ء میں امام خمینیؒ نے قم سے علم جہاد بلند کیا۔ خراسان کا محاذ آیت اللہ خامنہ ای نے سنبھال رکھا تھا۔ شاہ ایران نے استبدادی ہتھکنڈوں سے اس تحریک کا مقابلہ شروع کیا۔ قم میں مدرسہ فیضیہ میں ایک اجتماع پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی گئی۔ بہت سے علماء وطلبہ شہید ہو گئے۔ یہ ۱۹۶۳ء کا واقعہ ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای اور تحریک کے دیگر ذمہ داروں نے محرم کے مذہبی اجتماعات کے ذریعے عوام کو بیدار کرنا شروع کر دیا۔ آخر کار امام خمینیؒ کو گرفتار کر کے جلاوطن کر دیا گیا۔ پندرہ سالہ جلاوطنی کے اس دور میں جو افراد اس تحریک کے ساتھ گام بہ گام وابستہ رہے ان میں آیت اللہ خامنہ ای کا نام بہت نمایاں ہے۔ انہیں کئی مرتبہ قید و بند کی شدید صعوبتوں سے گزرنا پڑا اور کئی مرتبہ شہر بدری کو قبول کرنا پڑا لیکن ان کے پائے استقامت میں کبھی لغزش نہ آئی۔

یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ ۱۹۷۸ء میں امام خمینیؒ کو عراق سے بھی نکال دیا گیا اور وہ پیرس کے ایک نواحی قصبے میں جا پہنچے۔ اس سے شاہی اور امریکی استبداد کے خلاف ایران میں عوامی تحریک کو ایک نئی زندگی مل گئی۔ عوام اٹھ کھڑے ہوئے۔ امام خمینیؒ کی آواز پوری دنیا میں گونج رہی تھی اور شاہی حکومت لرز رہی تھی۔ امام خمینیؒ نے صف اول کے چھ انقلابی علماء کی قیادت میں ایک انقلابی کونسل تشکیل دی جس میں آیت اللہ خامنہ ای بھی شامل تھے۔ فروری ۱۹۷۹ء میں امام خمینیؒ وطن واپس پہنچے۔ ان کا بے نظیر استقبال ہوا۔ تہران میں امام خمینیؒ کا دفتر قائم ہوا تو اس دفتر میں نشرواشاعت اور تبلیغ کی ذمہ داری آیت اللہ خامنہ ای کے سپرد ہوئی۔ انقلاب کے اوائل ہی میں آپ شورائے انقلاب اسلامی کی طرف سے وزارت دفاع میں نمائندہ مقرر ہوئے۔

اس کے علاوہ آپ نے سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی (Islamic Revolutionary Gaurds) کی سرپرستی بھی قبول کرلی۔ آپ کو تہران کا امام جمعہ بھی مقرر کر دیا گیا۔

۱۹۸۰ء میں صدام نے استعماری طاقتوں کی سرپرستی میں ایران پر حملہ کر دیا تو آیت اللہ خامنہ ای فوجی وردی پہن کر اگلے محاذوں پر جا پہنچے۔ ایک طرف آپ ایک توانا خطیب اور انقلاب اسلامی کے ترجمان کی حیثیت سے علماء کے لباس میں امامت جمعہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے تو دوسری طرف محاذ جنگ پر ایک مجاہد کمانڈر کا کردار ادا کرتے نظر آتے۔ شورائی عالی دفاع اس

زمانے میں وفاعی حکمت عملی کا ذمہ دار اعلیٰ ترین ادارہ تھا۔ اس میں امام خمینیؒ نے آیت اللہ خامنہ ای کو اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ وہ ہمہ وقت مصروف خدمت رہے۔ ۱۹۸۱ء میں آپ مسجد ابوذر میں تقریر کر رہے تھے کہ منافقین کا نصب کردہ بم پھٹ گیا جس کی وجہ سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں آپ کا ایک بازو ضائع ہو گیا۔ ایک بم دھماکے میں صدر مملکت محمد علی رجائی اور وزیر اعظم حجۃ الاسلام ڈاکٹر جواد باہنر بھی شہید ہو گئے تو اس موقع پر تمام انقلابی جماعتوں نے صدارت کے منصب جلیلہ کے لیے آیت اللہ خامنہ ای کا نام تجویز کیا۔ آیت اللہ خامنہ ای عوام کے ریکارڈ ووٹوں سے صدر منتخب ہو گئے۔ آپ کی خدمات کے اعتراف میں دوسری ٹرم کے لیے بھی آپ ہی کا نام تجویز ہوا اور عوام نے پہلے سے زیادہ ووٹوں سے آپ کو پھر منتخب کر لیا۔

ایک مرتبہ جب آپ خطبہ جمعہ دے رہے تھے تو نمازیوں کی صفوں میں رکھا گیا ایک بم پھٹ گیا۔ دوسری طرف آسمان پر دشمن کے طیارے پرواز کر رہے تھے اور اینٹی ایئر کرافٹ گنیں اور توپیں شعلے اگل رہی تھیں لیکن اس مرد خدا نے جرأت و شجاعت سے اپنا خطبہ جاری رکھا۔ اسی نماز جمعہ کے حوالے سے بات کرتے ہوئے امام خمینیؒ نے فرمایا تھا:

> میں یوم جمعہ کے اس واقعے کو فراموش نہیں کر سکتا جو بھرپور شکوہ، بڑی نورانیت اور استقامت سے گزرا۔ سب آوازوں سے اطمینان آشکارا تھا، اوپر سے بمباری ہو رہی تھی، میں دیکھ رہا تھا۔ میں خاص طور پر لوگوں کی کیفیت دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے ایک شخص بھی ایسا نہیں دیکھا جو ڈانواں ڈول ہوا ہو اور ایسے میں امام جمعہ پُر قدرت آواز میں خطبہ دے رہے تھے، لوگ سن رہے تھے اور چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ ہم شہید ہونے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

آپ کی انھیں خصوصیات کو دیکھتے ہوئے امام خمینیؒ انقلاب کی آئندہ قیادت کے بارے میں مطمئن تھے اور مختلف مواقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ ''جناب خامنہ ای میں قیادت کی

فقہ۲۔ سیف نسل در نسل: کبار علما کے توسط سے

صلاحیت موجود ہے"۔ جون ۱۹۸۹ء میں امام خمینیؒ کی رحلت ہوئی تو ۸۰ رکنی مجلس خبرگان کے تمام مجتہدین نے اتفاق رائے سے آپ کو امام خمینیؒ کا جانشین منتخب کرلیا۔ آپ کی اجتہادی لیاقت اور بصیرت کی گواہی بڑے بڑے علماء و مجتہدین نے دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو رہبری کے بلند عہدے کے لیے ہی اہل نہیں سمجھا گیا بلکہ دینی امور میں مرجعیت کے لیے بھی آپ کی قابلیت کو تسلیم کرلیا گیا۔

۹۲۔ آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی (ولادت: ۱۳۴۹ھ)

آیت اللہ العظمیٰ سیستانی یکم ربیع الاول ۱۳۴۹ ہجری میں مشہد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید محمد باقر اور دادا کا نام سید علی ہے، وہ ایک بہت بڑے عالم اور زاہد تھے۔ آپ نجف اشرف میں مولا علی نہاوندی اور سامرہ میں مجدد شیرازی کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ نے سید اسماعیل صدر سے بھی کسب فیض کیا۔ ۱۳۰۸ ہجری میں مشہد مقدس لوٹ آئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ آیت اللہ العظمیٰ سیستانی (دامت برکاتہ) نے پانچ سال کی عمر میں اپنی تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے کیا۔

۱۳۶۰ ہجری میں اپنے والد بزرگوار کے حکم سے دینی تعلیم شروع کی۔ آپ نے شرح لمعہ وقوانین مرحوم سید احمد یزدی سے پڑھیں۔ مکاسب و رسائل اور کفایہ جیسی کتابیں جلیل القدر عالم دین شیخ ہاشم قزوینی سے پڑھیں۔ فلسفہ کی کچھ کتابیں جیسے منظومہ سبزواری و شرح اشراق اور اسفار استاد ایسن سے پڑھیں اور شوارق الالہام شیخ مجتبیٰ قزوینی کے پاس پڑھی۔ موصوف نے علامہ محقق مرزا مہدی اصفہانی، متوفی ۱۳۶۵ ہجری سے بہت زیادہ کسب فیض کیا۔ اسی طرح مرزا مہدی آشتیانی اور مرزا ہاشم قزوینی سے بھی استفادہ کیا۔ ۱۳۶۸ ہجری میں مشہد مقدس سے شہر قم کی طرف ہجرت کی اور آیۃ اللہ العظمیٰ بروجردی کے فقہ واصول کے درس خارج میں شریک ہوکر علمی فیض حاصل کیا۔ موصوف نے ان کی فقہی بصارت، خصوصاً علم رجال اور حدیث سے بہت زیادہ کسب فیض کیا۔ انھوں نے فقیہ و عالم فاضل سید حجت کوہ کمری کے درسوں میں بھی شرکت کی۔

۱۳۷۱ ہجری میں آپ نے قم سے نجف اشرف کا سفر کیا اور امام حسین علیہ السلام کے چہلم کے دن کربلا میں وارد ہوئے۔ پھر وہاں سے نجف چلے گئے۔ نجف پہنچ کر مدرسہ بخارائی

میں قیام کیا اور آیت اللہ العظمیٰ کی خوئی، شیخ حسین حلی جیسے بزرگ مراجع کرام کے فقہ و اصول کے دروس میں شرکت کی، اسی طرح موصوف آیت اللہ حکیم اور آیت اللہ شاہرودی جیسے بزرگ فقہاء کے دروس میں بھی شریک ہوئے۔ ۱۳۸۰ ہجری میں آپ واپس مشہد مقدس تشریف لے گئے لیکن ۱۳۸۱ ہجری میں دوبارہ نجف تشریف لے گئے اور وہاں شیخ انصاری کی کتاب مکاسب سے فقہ کا درس خارج کہنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد شرح عروۃ الوثقیٰ سے کتاب طہارت اور صلوٰۃ کی تدریس کی۔ موصوف نے ۱۳۸۴ ہجری میں شعبان کے مہینے سے علم اصول کا درس دینا شروع کیا اور آپ کے درس خارج کا تیسرا دورہ ۱۴۱۱ ہجری میں تمام ہوا۔

آپ عصر حاضر کے عظیم شیعہ مراجع میں شمار ہوتے ہیں۔ امریکہ کی قیادت میں مغربی افواج کے عراق میں داخلے کے بعد کی گھمبیر صورت حال میں آپ نے عراقی عوام کی جس انداز سے رہنمائی کی اس سے آپ کی اعلیٰ اجتماعی اور سیاسی بصیرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ بعض حقی قوتوں نے عراق کے اندر فرقہ وارانہ جنگ بھڑکانے کی کوششیں کیں تا کہ عراق کو اس بنیاد پر تقسیم کیا جا سکے۔ یہ آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی کی کمال بصیرت کا کرشمہ ہے کہ آج عراق کے اندر عوام کی منتخب حکومت موجود ہے۔ جو عراق کی سالمیت اور داخلی استحکام پر یقین رکھتی ہے۔ استعماری طاقتوں نے عراق اور ایران کے مابین اختلافات پیدا کرنے کی جو مذموم کوششیں کیں انھیں ناکام بنانے میں آپ کا گراں قدر حصہ ہے۔

موجودہ مرجعیت کا مکتب اہلبیتؑ کی حفاظت میں کردار

ہر دور میں ایک سے زیادہ مراجع تقلید موجود رہے اور اس طرح مذہب اہل البیتؑ کی علمی وراثت کا یہ تسلسل برقرار رہا اور پھلتا پھولتا رہا ہے۔ اس سلسلہ کا مرکز کبھی بغداد رہا تو کبھی حلہ، کبھی سامرہ مرکز علم بنا تو کبھی کاظمین شریفین، کبھی کربلا معلی تو کبھی مشہد مقدس، اسی طرح کبھی یہ مرکز قم رہا تو کبھی ری شہر (تہران) اور کبھی جبل عامل لبنان۔ بہرحال عراق، ایران، لبنان میں آسمان علم وفقاہت اور اجتہاد و مرجعیت کے بہت سارے درخشاں ستارے چمکے اور یہ سلسلہ آج تک اسی آب وتاب سے جاری وساری ہے اور یہ سلسلہ تا ظہور امام زمانہؑ اسی طرح جاری رہے گا۔ اس وقت علمی مرکزیت قم المقدسہ ایران اور نجف اشرف عراق کے حصہ میں ہے۔

بہرحال جب حالات نے ایک نیا رخ اختیار کیا تو شیخ ابو جعفر طوسی نے بغداد سے ہجرت کر کے مکتب اہل البیتؑ کی تعلیم وتدریس کے لیے نجف اشرف کو مرکز علم بنایا۔ اس زمانہ سے لے کر آج تک اتار چڑھاؤ آتا رہا لیکن نجف اشرف کی علمی مرکزیت برقرار رہی۔ کبھی بہت عروج اور کبھی زوال پذیری سے بھی یہ مرکز دوچار رہا۔ اس وقت عراق سے ظالم حکمرانوں کے خاتمہ کے بعد کسی حد تک جو آزادی شیعیان علیؑ کو حاصل ہوئی ہے اس سے نجف اشرف کے علمی مرکز کی رونقیں بحال ہو چکی ہیں۔

نجف اشرف میں موجود مراجع تقلید

اس وقت مکتب اہل البیتؑ کی علمی وراثت کے حامل چار معروف مراجع تقلید موجود ہیں جو دنیا بھر کے شیعوں کے لیے دینی راہنمائی دے رہے ہیں۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ آیت اللہ السید علی سیستانی

۲۔ آیت اللہ سید سعید الحکیم طباطبائی

۳۔ آیت اللہ الشیخ حافظ بشیر حسین نجفی

۴۔ آیت اللہ الشیخ محمد اسحق فیاض

قم المقدسہ میں موجود مراجع تقلید

ایران سے ظالم شہنشاہی نظام کے خاتمہ کے بعد اسلامی جمہوریہ ایران کا قیام عمل میں لایا گیا تو حوزۂ علمیہ قم کی عالمی مرکزیت کو عالمی شہرت حاصل ہوگئی۔ عراق پر صدام ملعون کی خونخوار حکومت نے نجف اشرف کی علمی رونقوں کو ماند کر دیا تھا تو اس زمانہ میں علمی پیاس بجھانے کے لیے تنہا مرکز قم ہی تھا۔ اس وقت قم المقدسہ پورے عالم انسانیت کی توجہ کا مرکز ہے اور ہر حوالہ سے پوری دنیائے انسانیت کو باالعموم اور دنیائے اسلام کو بالخصوص راہنمائی دے رہا ہے۔ اس وقت مرکز میں حسب ذیل مشہور مراجع تقلید موجود ہیں البتہ یہ مراجع عظام رہبر انقلاب ولی امر مسلمین حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید علی خامنہ ای کے علاوہ ہیں کیونکہ آقای خامنہ ای ولی فقیہ بھی ہیں اور مرجع تقلید بھی۔ ولایت فقیہ کا منصب اس وقت فقط آقای خامنہ ای کے حصہ میں آیا ہے اور وہی اسلامی انقلاب کی قیادت وحفاظت فرما رہے ہیں۔ مراجع تقلید اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں ان مراجع تقلید کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ آیت اللہ شبیری

۲۔ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی

۳۔ آیت اللہ حسین نوری

۴۔ آیت اللہ جعفر سبحانی

۵۔ آیت اللہ عبدالکریم اردبیلی

۶۔ آیت اللہ سید محمود شاہرودی

۷۔ آیت اللہ سید محمد شاہرودی

ان کے علاوہ بھی بعض فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے۔ اسی طرح قم المقدسہ کے علاوہ ایران کے دوسرے شہروں میں بھی بعض علمی شخصیات ایسی ہیں جن میں بعض کا شمار مراجع تقلید میں ہوتا ہے جیسے آیت اللہ شیخ حسین مظاہری جو اصفہان میں ہوتے ہیں۔

فقہ اہل بیعت نسل در نسل با کمال علماء کے توسط ہے

سخن آخر

علامہ سید افتخار حسین نقوی

آخر میں ایمانی بھائیوں سے فقط ایک درخواست ہے کہ وہ اعمال عبادت بجالانے میں بڑی احتیاط سے کام لیں۔ اپنے اعمال عبادت کسی عادل، امین اور مجتہد جامع الشرائط (مرجع تقلید) کے سپرد کریں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ پر یہ جاننا آسان ہوگیا کہ اگر آپ نے حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید علی خامنہ ای کی تقلید کی ہے تو جس طرح آقای خامنہ ای علمی طور پر بحث وتمحیص کے بعد ایک مخصوص فتویٰ دیتے ہیں تو وہاں پر بعض اعمال عبادت کی اپنی ہیئت و شکل کے حوالے سے تسلسل کے ساتھ ائمہ اطہار علیہم السلام سے امین واسطوں سے ان تک پہنچی ہے۔ ہم جو آج نماز پڑھتے ہیں جو ہم نے آقای خامنہ ای سے یا کسی اور مرجع تقلید سے لی ہے تو یہ وہی نماز ہے جو ہمارے ائمہ اطہار علیہم السلام پڑھتے ہیں اور یہ بات کتابوں سے ہی اخذ شدہ نہیں ہے بلکہ عملی طور پر بھی آئمہ علیہم السلام کے زمانہ سے لے کر ہمارے موجود مرجع تقلید تک پہنچی ہے۔ باقی یہ رہا کہ فلاں شخص جب بڑی دیدہ دلیری سے یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ میں فلاں مجتہد کی بات کیوں مانوں وہ کوئی امام زمانہ ہیں تو اس سے آپ یہ کہہ دیں کہ بھئی آپ جو مجھے یہ کہہ رہے ہیں کہ میں مجتہد کی بات نہ مانوں تو کیا تم امام زمانہ "العیاذ باللہ" ہو کہ میں تمہاری بات مان لوں، تم بھی میری طرح فقہ اہل البیتؑ سے ناواقف ہو۔ پس ہم دونوں ایک جیسے ہیں۔ عقل کا فیصلہ ہے جو نہیں جانتے وہ اس سے معلوم کرو جو جانتا ہے۔

بجلی کے بارے میں بجلی سے متعلق جاننے والا ہی بتائے گا اور زراعت کے بارے میں زراعت کا ماہر، فزکس کے مسئلہ کو فزکس کا ماہر، بیماری کے علاج پر ڈاکٹر وطبیب ہی بتائے گا۔ اسی طرح شریعت اور فقہ کے بارے میں بھی وہی بتائے گا جو قرآن اور سنت سے واقف ہے۔ جو ائمہ اطہار علیہم السلام کی احادیث کا عالم ہے۔ جس نے تمام وہ علوم نہ فقط پڑھے ہیں بلکہ مہارت حاصل کی ہے۔ جن

علوم کے ذریعہ قرآن وحدیث کو سمجھا جاسکتا ہے وہی ہمیں بتاسکتا ہے کہ ہم نے نماز کیسے پڑھنی اور اس میں کیا پڑھنا ہے اور کیا نہیں پڑھنا۔ ہمیں اپنے عباداتی اعمال کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

جو لوگ بڑا زور دیتے ہیں کہ ہم تو تقلید نہیں کرتے جب ان سے پوچھو کہ تم نے نماز کہاں سے یاد کی ہے؟ تو کہیں گے کہ نماز جعفریہ، نماز شیعہ اور تحفۃ العوام سے۔ بھئی یہ کتابیں آپ نے خود تیار کی ہیں یا کسی اور کی لکھی ہوئی ہیں تو جواب ملے گا کسی اور کی لکھی ہوئی ہیں تو اسی بات کو تقلید ہی تو کہتے ہیں کہ جو تم خود معلومات نہیں رکھتے وہ کسی اور سے حاصل کریں۔

ہماری ساری کوشش "سلسلۃ الذھب" فقہاء کے طلائی سلسلے کو بیان کرنے کا مقصد کسی کی دل آزاری نہ تھی، یہ سب کچھ اس لیے لکھا ہے کہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے اور مومنین کا اپنے موجودہ مراجع تقلید پر اعتماد بڑھ جائے اور جو خفیہ عناصر ہمارے بعض سادہ لوح افراد کو مرکز علم و رشد و ہدایت سے دور کرنے کے درپے ہیں، وہ ناکام ہوں۔

مرجعیت، تقلید اور ولایت فقیہ کے درمیان

فقہ، فقہا اور مرجعیت و تقلید کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق ولایت فقیہ سے بھی بیان کر دیا جائے۔

حضرت امام خمینیؒ کی قیادت میں جب ایران کی سرزمین میں اسلامی انقلاب کامیاب ہو گیا اور ملت ایران نے اپنے لیے اسلامی قوانین کے نفاذ کو ایک ریفرنڈم کے ذریعہ قبول کر لیا تو باقاعدہ ایک دستور ساز منتخب اسمبلی تشکیل دی گئی اور اسلامی دستور میں پہلی مرتبہ ایک مجتہد جامع الشرائط مرجع تقلید کو ولی فقیہ کے نام سے متعارف کروایا گیا۔ اور باقاعدہ پہلے ولی فقیہ حضرت امام خمینیؒ قرار پائے۔ یہ اصطلاح فقہی کتابوں میں علمی بحث کے عنوان سے تو موجود رہی لیکن حضرت امام خمینیؒ نے باقاعدہ فقہی دروس میں ولایت فقیہ کے عنوان سے مفصل بحثیں کیں اور پھر آپ کی یہی بحثیں ولایت فقیہ کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع ہوئیں۔ البتہ یہ بحثیں ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی سے پہلے شائع ہو چکی تھیں۔ ان ابحاث میں واضح طور پر یہ بات بیان کر دی گئی تھی کہ جب امام معصومؑ حاضر اور علمائے عام میں موجود ہوں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقہ اہل بیت نسل در نسل با کمال علما کے توسط سے

کی نیابت میں، اللہ کی طرف سے مقرر شدہ اسلامی حکومت کے سربراہ ہوتے ہیں۔ اس طرح امام معصومؑ کی حکومتی حیثیت کو ولایت معصومؑ کا عنوان دیا جاتا ہے۔ ہمارے جس امام کو عوام نے موقع دیا کہ وہ ان پر اسلامی حکومت قائم کریں تو امام نے اپنے اس ولائی اور حکومتی حق کا استعمال کیا اور خلافت الٰہیہ کو قائم کیا جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت اور خلافت کا دورانیہ اور ان کے بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی زندگی کی زندگی میں چند ماہ کے لیے ہوا۔ یہ دونوں حکومتیں "ولایت امام معصوم" کے عنوان پر قائم ہوئیں۔ اس کے بعد حق حکومت تو ہمارے معصوم آئمہ علیہم السلام کے لیے اللہ کی طرف سے تھا اور اس لحاظ سے بھی کہ آپ ہی عالم قرآں تھے اور سنت نبوی کے عالم، وارث اور شارح بھی آپ تھے۔ یوں تو حق ولایت وحکومت، عوام پر آپ کو نبی اکرمؐ کی نیابت میں حاصل تھا لیکن کسی اور امام کے لیے یہ موقع نہ آسکا کہ وہ ایسی حکومت قائم کریں۔ اور اس طرح ہمارے بارھویں کا دور آیا۔ آپؑ ستر سالہ غیبت صغریٰ کے دور کے بعد غیبت کبریٰ میں چلے گئے۔ یہی امام معصومؑ رسول اللہ کے بارھویں جانشین ہیں اور زندہ وحاضر ہیں لیکن ہمارے درمیان موجود نہیں۔ آپ ہمارے درمیان سے غائب ہیں۔ ان کی نیابت میں آپ کی غیبت کبریٰ کے آغاز سے اب تک فقہاء عظام کے پاس مرجعیت دینی کا منصب موجود رہا ہے۔ یہی فقہاء دینی احکام بیان کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ یہی قرآن، سنت نبویؐ اور بیانات آئمہ اطہار علیہم السلام کے محافظ ہیں۔ ان کے بیان کردہ احکام کو عوام سے بیان کرتے ہیں۔ یہی علماء وارثان آئمۂ اطہار علیہم السلام ہیں اور آخری امام کے نائبان عمومی ہیں۔ عقل وشریعت کی رو سے ان کے پاس حق حکومت ہے، شرط یہ ہے کہ عوام ساتھ دیں، جیسا کہ ایران کی سرزمین پر شیعہ عوام نے امام خمینیؒ کا حق حکومت اپنے اوپر تسلیم کیا تو امام خمینیؒ ہمارے زمانے میں اسلامی حکومت کے غیر معصوم سربراہ (ولی فقیہ) کے عنوان سے متعارف ہوئے۔ آپ مرجع تقلید تھے اور عوام کو قرآن وسنت کی روشنی میں شرعی احکام بیان کرنے کی مسند پر فائز تھے۔ اس سے بڑھ کر آپ کو یہ اعزاز ملا کہ آپ بارھویں امام کی نیابت میں اسلامی حکومت کے سربراہ تھے۔ ولایت فقیہ کے معنی ہیں ایک فقیہ، مجتہد جامع الشرائط، بابصیرت، شجاع، سیاسی مسائل سے آگاہ شخص کی قیادت میں قائم اسلامی حکومت۔ امام خمینیؒ کے بعد یہ منصب حضرت آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای کے پاس ہے۔

مراجع تقلید بیک وقت کئی ہو سکتے ہیں۔ اگر ان میں کوئی ایک علمیت میں دوسروں سے زیادہ عالم ہو تو تقلید اس کی ہوگی اور شرعی احکام اسی سے لیے جائیں گے۔ اور اگر چند ایک میں سے کسی ایک کی علمی برتری ثابت نہ ہو سکے جیسا کہ موجودہ دور میں ہے تو پھر شرعی احکام معلوم کرنے کے لیے کسی ایک جامع الشرائط مجتہد کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے جبکہ اسلامی حکومت کی سربراہی جامع الشرائط مجتہدین وفقہاء میں سے کسی ایک فقیہ کے سپرد ہوگی، جس میں حکومت سنبھالنے کی ساری شرائط موجود ہوں۔ اسلامی حکومت کا سربراہ فقیہ ہی ہوگا اور وہ ایک ہی ہوگا، اگر ایک فرد نہ ہوا تو پھر فقہاء کی ایک کمیٹی ہوگی جس کے پاس حق حکومت ہوگا۔ اس ایک کو ولی فقیہ (اسلامی حکومت کا فقیہ سربراہ) کا نام دیا جاتا ہے۔ عوام، علماء و مجتہدین سب حکومتی معاملات میں اس فقیہ کے احکام کی پیروی کریں گے جو اس وقت حضرت آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای ہیں، ولیٔ فقیہ کا انتخاب بلاواسطہ عوام نے نہیں بلکہ عوام کی طرف سے منتخب فقہاء اور مجتہدین نے مل بیٹھ کر کرنا ہوتا ہے جیسا کہ اسلامی جمہوریہ ایران کے دستور میں یہ بات واضح کردی گئی ہے۔ اس کی مزید تفصیلات کے لیے ولایت فقیہ پر لکھی جانے والی مفصل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اہل البیتؑ کا سچا پیروکار بنائے اور جو طریقہ اہل البیتؑ نے ہمارے لیے متعین کردیا ہے شرعی احکام حاصل کرنے کے واسطے تو ہم اسی طریقہ کو اپنانے اور خود اپنے مرکز سے جدا نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ منجی بشریت، ہادیٔ برحق، صاحب العصر والزمان امام مہدیؑ کے ظہور پرنور کے اسباب کو جلد مکمل کردے اور ہمیں ان کے جانثار اور انصار بننے کی توفیق دے۔

منابع ومصادر

یہ مختصر کتاب چونکہ عام قارئین کے لیے مرتب کی گئی ہے اس لیے حوالہ جات نہیں دیے گئے۔ تاہم محققین تفصیلی اور بنیادی کتب سے رجوع کر سکتے ہیں۔ ہم ذیل میں چند ایک کتب کی فہرست پیش کر رہے ہیں جو اس سلسلے میں مفید ہیں۔

۱. اعیان الشیعہ، سید محسن امین، تحقیق حسن امین، بیروت، دارالتعارف للمطبوعات، ۱۴۰۳ ھجری

۲. جامع الرواۃ، محمد بن علی اردبیلی غروی حائری، بیروت، دارالاضواء، ۱۴۰۳ ھجری

۳. الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ، شیخ آقا بزرگ (محمد محسن طھرانی)، ج سوم، بیروت، دارالاضواء، ۱۴۰۳ ھجری

۴. رجال النجاشی (فھرست اسماء مصنفی الشیعہ)، احمد بن علی نجاشی، قم، مکتبۃ الداوری، بی تا.

۵. رجال کشی (اختیار معرفۃ الرجال)، محمدبن حسن طوسی، تصحیح میرداماد استر آبادی، قم، مؤسسہ آل البیت، ۱۴۰۴ ھجری.

۶. روضات الجنّات فی احوال العلماء والسادات، محمد باقر موسوی خوانساری، بیروت، دارالاسلامیّہ، ۱۴۱۱ ھجری/۱۹۹۱ م.

۷. روضۃ المتقین فی شرح من لا یحضرہ الفقیہ، محمد تقی مجلسی، قم، بنیاد فرہنگ اسلامی، بہ کوشش محمد حسین کوشانپور،

۱۳۵۲ ش/۱۳۹۳ھجری.

۸. سیرۃ الائمۃ الاثنی عشر، ھاشم معروف الحسنی، ج دوم، بیروت، دار القلم، ۱۳۹۸ھجری/۱۹۷۸ م.

۹. قاموس الرجال، محمد تقی شوشتری، قم، مؤسسۃ النشر الاسلامی، ۱۴۱۰ ھجری.

۱۰. معجم رجال الحدیث، سید ابوالقاسم خوئی، ج چھارم، قم، مدینۃ العلم، ۱۴۰۹ ھجری

۱۱. معجم المؤلفین، عمر رضا کحّالہ، بیروت، مؤسسہ الرسالۃ، ۱۴۱۸ھجری/۱۹۹۸م.

۱۲. تاریخ حدیث شیعہ، دکتر نھلہ غروی نائینی،قم، انتشارات شیعہ شناسی

۱۳. قصص العلماء، مرزا محمد تنکابنی، کراچی ،الکساپبلیکیشنز

۱۴. فقھای نامدار شیعہ ، عقیقی بخشایشی، انتشارات کتاب خانہ آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی، قم المقدسہ، ایران ،۱۴۰۵ھ

مفید ویب سائٹس

بعض علمی اداروں نے شیعہ علماء مراجع کے بارے میں تفصیلی معلومات پرمبنی ویب سائٹس بھی تیار کی ہیں جو اپنے مقام پر نہایت مفید ہیں اور ایک خزانے سے کم نہیں ہیں۔ جدید دور کے محققین و طلباء ان سے بھی رجوع کر سکتے ہیں۔ ہم ذیل میں اس سلسلے میں بعض مفید ویب سائٹس (Websites) کا ذکر کر رہے ہیں۔

1. http://www.imamalinet.net/k/foghaha/
2. http://www.ghadeer.org
3. http://www.hawzah.net
4. http://www.sistani.org/
5. http://www.momineen.com/
7. http://www.mullasadra.org
8. http://www.tebyan.net
9. http://daneshnameh.roshd.ir
10. http://www.tarbiat.org

Al-Mustafa Publications

المصطفیٰ پبلی کیشنز

منتہائے نور مرکز تحقیقات، اسلام آباد